11



كيف يهدي الله قوما كفروا بعد ايمانهم وشهدوا ان
الرسول حق وجاءهم البينت والله لا يهدي القوم الظلمين

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد
کافر ہو گئے اور وہ (پہلے ہی) اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ یہ
رسول برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی آ گئے اور اللہ ظالموں کو
ہدایت نہیں دیتا

(آل عمران : ۸۶)

الہامی ادب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ
تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ (الاعراف: ۱۷۶-۱۷۵)



اور ان کے سامنے اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم عطا فرمایا پھر وہ اُن سے منحرف ہو گیا۔ آخر کار شیطان اُس کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ گمراہوں میں ہو گیا اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعے رفعت عطا فرماتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور خواہش نفس کی پیروی میں لگ گیا۔ تو اُس کی مثال کتے کی سی ھے کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکالے رہے اور اُسے یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ہے اُن لوگوں کی جنھوں نے ھماری آیات کو جھٹلا دیا۔ (الاعراف: ۱۷۶-۱۷۵)

حبل اللہ

مدیر مسئول: محمد اعظم خان
نائب مدیر: طارق نسیم

اس شمارے میں

ترتیب

یہ پرچہ بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے

معاونین

محمد ی گل
ڈاکٹر طارق الرحمن
سعید احمد
انیس الدین
محمد صدیق خان
کامران رشید



مقام اشاعت خط و کتابت کا پتہ
دفتر حبل اللہ
۱۸-اے- رفاہِ عام سوسائٹی ملیر کراچی ۴۳
فون: ۴۸۵۷۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حدیثِ دل

کائنات کے اکیلے مالک کے شکر و سپاس کا حق ادا کرنے والی زبان کہاں سے لائیں، جس نے شرک و کفر سے پاک ایمان و اسلام کی طرف رہنمائی فرمائی اور کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم) کی اس ہماہمی میں حق بات کی طرف متوجہ ہو کر اسے قبول کرنے کی توفیق ہی نہیں بلکہ عملاً اختیار کرنے کے عزم و ارادہ کے ساتھ، اس کو اللہ کی مخلوق تک پہنچانے کے لئے ایک اجتماعی جدوجہد میں شمولیت کی سعادت بھی عطا فرمائی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان و تقوے کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی یعنی اللہ کے دین کی صحیح دعوت کو لوگوں تک پہنچانا اور اس راہ میں آنے والی مشکلات اور آزمائشوں کو صبر و استقامت کے ساتھ انگیز کرنا، بڑا ہی ہمت ردی اور اولوالعزمی کا کام ہے۔ ہمارا شمار تو خیر کس گنتی میں آتا ہے اس راستے میں اللہ کے انبیاء علیہم السلام جیسی برگزیدہ شخصیات کو شدید مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یونہی (ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، پھولوں کی سیج پر گل گشت کرتے ہوئے ٹھنڈے ٹھنڈے) جنت میں پہنچ جاؤ گے حالانکہ تمہیں ابھی ان مشکلات سے دوچار نہیں ہونا پڑا جو تم سے پہلے لوگوں کو پیش آ چکی ہیں ان کا تو یہ حال ہوا کہ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ (البقرۃ: ۲۱۴) وہ بڑی سختیوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوئے اور ہلا مارے گئے یہاں تک کہ وقت کا رسول اور اس کے ایماندار ساتھی پکار اٹھے کہ مالک! تیری مدد کب آئے گی۔ اسی طرح اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی طویل اور مسلسل جدوجہد کے صبر آزما مراحل کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح اپنے وطن کا گہوارا ان کے لئے آتشکدہ بن گیا اور اس کا ایک ایک ذرہ چشمک زنی کرنے لگا۔

بایں ہمہ اللہ کے نزدیک اس کام کی اس قدر اہمیت ہے کہ اس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا مشن ہی دین کی دعوت و تبلیغ رکھا ہے اور انسانیت کے انجام کار خسارے سے بچنے کے لئے ایمان و عمل کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس فریضے کی حسبِ توفیق ادائیگی کو لازمی شرط قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو سورۃ العصر) چنانچہ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نبیوںؑ نے اپنی پوری زندگیاں اس مقصد کے لئے لگا دیں اور جس بات کی دوسروں کو دعوت دی، سب سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ان کے ایماندار ساتھیوں نے بھی اپنی عملی زندگی میں ان کی پیروی کی۔ اور یہ سارا اہتمام صرف اس مقصد کے تحت کیا گیا کہ مخلوق کو اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دنیوی زندگی میں علم و آگہی کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہیے، اس کے واضح کر دینے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور لوگ قیامت کے دن اپنی بے راہ روی، غلط طرزِ زندگی اختیار کرنے اور ایمان و اعمال کی خرابیوں کے سلسلے میں کوئی عذر نہ پیش کر سکیں۔

مزید برآں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری رسول کی حیثیت سے ساری دنیا کے لئے مبعوث فرمایا اس لئے قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی و تحریف سے محفوظ فرما دیا اور ان کی امت پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ جس طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ حق کی دعوت تم تک پہنچائی، ان کی وفات کے بعد تم اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔ فرمایا وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ؕ (البقرۃ: ۱۴۳)

اب ہمارے لئے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں اپنے اندر جس شعور و احساس کو اجاگر کرنے، جس طرزِ عمل کو اپنانے اور جس طرح کمر ہمت کسنے کی ضرورت ہے کیا واقعتاً ہم اپنے آپ کو عنداللہ مسئول سمجھ کر خالص للّٰہیت کے جذبے سے کوئی تیاری کر رہے ہیں یا اس کے لئے فکر مند ہیں کہ نہیں کیونکہ یہ انبیائے عظیم مشن کی پیروی اور اس اعتبار سے انتہائی کٹھن راہ ہے۔ یہاں بے صبری یا جلد بازی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے صبر و ثبات اور استقامت سے جمے رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مسلسل اور تھکا دینے والا عمل ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سے رہنمائی حاصل کی جائے تاکہ شعوری طور پر اس بات کا یقین حاصل ہو اور دل مطمئن ہو جائے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے، جہنم کی آگ سے اپنے جسم و جان کو بچانے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ دیگر تحریکات اور نامساعد حالات کا دھارا ہمیں اصل نصب العین سے ہٹا کر اپنے ساتھ بہالے جائے گا۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ حتی المقدور قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے اور ساتھ ہی ساتھ اس کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور اپنے اندر وہ حقیقی تبدیلی پیدا کریں جو اللہ کو مطلوب ہے یعنی ہمارے قال اور حال میں کوئی فرق و تضاد نہ رہے۔ انفرادی ذمہ داریوں کو آخرت کی جوابدہی کے احساس سے پورا کرتے ہوئے اجتماعی کاوشوں میں معاون بنیں۔ اس مقصد کے لئے قائم کی گئی تنظیم سے پُرخلوص وابستگی رکھیں، اور خوشدلی کے ساتھ نظم کی پابندی کریں۔ آپس میں محبت اور اخوت کی فضا پیدا ہو اور باہمی اتفاق و اتحاد کے ساتھ اللہ کی راہ میں آگے بڑھیں۔ قرآن میں ہماری تعلیم کے لئے صحابہ کرامؓ اور دوسرے متقی اہل ایمان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور جو اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحمدل ہیں (الفتح: ۲۹) متقین کے بارے میں فرمایا کہ وہ غصے کو روکنے اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہوتے ہیں (آل عمران: ۱۳۴) اسی طرح اہل ایمان کی یہ شان بیان کی کہ وہ اللہ سے نہ صرف اپنے لئے اور پہلے گزر جانے والے ایماندار ساتھیوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں بلکہ اس بات کے لئے بھی دست بدعا رہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے کوئی کینہ یا حسد وغیرہ پیدا نہ ہونے پائے (الحشر: ۱۰) حدیث میں ایک مومن کو دوسرے کا آئینہ قرار دیا گیا ہے گویا ایک مومن کے رویے اور خیر خواہانہ طرزِ عمل میں دوسرے کی اصلاح کا پہلو مضمر ہے۔ اس لئے آج بھی اور ہر دور میں ایسی تنظیم کے ساتھیوں کے لئے یہی ایک معیاری انداز ہے جس کی انہیں پیروی کرنا چاہیے۔

لیکن اس کے برعکس اگر انکی صفوں میں انتشار ہو، معمولی معمولی ذاتی نوعیت کے اختلافات کو اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے وسیع تر مفاد میں بھی ختم نہ کیا جا سکے بلکہ یہ اختلافات ان کے درمیان ذہنی فاصلوں کو اس حد تک بڑھا دیں کہ باقاعدہ محاذ آرائی اور گروہ بندی کی صورت پیدا ہو جائے تو پھر دینداری اور دین کی دعوت سے مخلصانہ وابستگی کے دعووں کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے یہ پہلو قابلِ غور ہے۔ شیطان اپنا وار کرنے کے لئے ہر طرف گھات لگائے بیٹھا ہے ہمیں اس کے چھل و فریب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے، قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیکر اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ ہمیں ماضی کے تلخ تجربات سے سبق حاصل کرتے ہوئے ایسے عناصر کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے رہنا چاہیے، جو نفاق کے لبادے میں ہماری صفوں کے اندر گھسے رہتے ہیں اور موقع ملنے پر تنظیم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں ہر آزمائش اور فتنہ انگیز صورت حال میں بددلی کا شکار ہونے کے بجائے اطاعت فی المعروف کے اصول پر اپنی تنظیم سے جُڑے رہنا چاہیے اور اللہ پر یقین اور بھروسہ رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسے عناصر کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑتا بلکہ ان کی نصرت فرماتا ہے اور خبیث کو طیب سے چھانٹ کر علیحدہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلوص اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے دین پر قائم رکھے، شیطان کے وار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہر آزمائش میں ہماری مدد فرمائے۔ آمین

دعوتِ اسلام

تحریر
محمد اقبال قریشی
(لاہور)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوا کوئی الٰہ (غوث، دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا، غریب نواز، گنج بخش) نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تاقیامت اُنکی زندگی انسانیت کے لئے اللہ کی بندگی کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔

یہ کلمہ ایک گواہی اور عہد ہے جس کو پڑھنے اور یقین کے ساتھ اپنانے کے بعد غیر مسلم و کافر، مسلم و مومن ہو جاتا ہے۔ اس کلمہ میں پہلے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار ہے اور اس کے بعد ایک اللہ ہی کے معبود ہونے کا اقرار۔ گویا جب تک کوئی ما سوا کا انکار نہیں کرتا، اللہ کا اقرار صحیح معنوں میں ہو نہیں سکتا۔ دوسرے لفظوں میں کفر و شرک سے تائب ہو کر مومن و مسلم بننے والوں کو اُن ہستیوں، جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے، کی بندگی کا انکار کرنا پڑے گا۔ قرآن و سنت کے برخلاف اختیار کردہ عقائد و نظریات کو چھوڑ کر ان سے بیزاری کا اعلان کرنا پڑیگا۔ پہلے اگر وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی بندگی اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا انکار کرتے تھے تو اب مسلمان ہونے کے لئے اپنے انکار کو اقرار سے بدلنا ہو گا۔ اور اپنی سابقہ روش سے کلیتاً علیحدگی اختیار کرنا پڑے گی۔ تب ہی وہ واقعتاً مومن و مسلمان کہلانے کے مستحق ہوسکیں گے۔

اسی طرح خود کو اہلِ کتاب یا مومن اور مسلمان کہلانے کے باوجود شرک کرنے والوں کو سمجھایا جائیگا کہ یہ اللہ کی بندگی کا انداز نہیں ہے۔ اللہ کی کتاب آپ سے یکسوئی اور یکرنگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ مسلمان تو فقط اللہ کو خالق و مالک سمجھتا ہے۔ وہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ فاتحہ میں اقرار کرتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے عالم کا پالنے والا ہے، سب کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تمام مخلوق اس کے چشمۂ رحمت سے فیض یاب ہو رہی ہے وہی تنہا روزِ جزا کا مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے یہ عہد کرتا ہے کہ ہم صرف اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف اور صرف تجھ سے (مافوق الاسباب) مدد مانگتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی مانگتا ہے کہ مالک ہمیں سیدھا راستہ پر چلا۔ اُن لوگوں کے راستہ پر چلا جن کو تو نے انعامات سے نوازا اور ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ اس طرح ایک مومن اللہ کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات، علم و تصرفات، دعا اور نذر و نیاز کے معاملے میں، غرض کسی طرح بھی کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔ قرآن کو اللہ کی کتاب اور ضابطۂ حیات سمجھتا ہے۔ اس کو (ترجمے کے ساتھ) سمجھ کر پڑھتا اور بلا معاوضہ پڑھاتا ہے اور حتی الوسع اس پر عمل کی کوشش کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور آخری رسول تسلیم کرتا ہے اور اُن کے فرمان و اعمال کے مطابق جو انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہیں، عمل کی کوشش کرتا ہے۔

اب اگر کوئی کلمہ پڑھتا ہے، قرآن کو اللہ کی کتاب برحق و ضابطۂ حیات تسلیم کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے کا دعویدار بھی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی داتا، دستگیر، مشکل کشا، غوث، گنج بخش، حاجت روا، حاضر و ناظر، عالم الغیب، مختارِ کل، نفع یا نقصان دینے والا، کشتی پار لگانے والا، اولاد دینے دلانے والا یا روزی میں برکت دینے والا کہتا اور سمجھتا ہے، قرآنی آیات کے برخلاف غیر اللہ کے نام کی نیاز دینا اور کھانا باعثِ ثواب و برکت سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں کوئی بھی بھاری جانی و مالی نقصان ہو سکتا ہے یا کاروبار و ملازمت ٹھپ ہو سکتی ہے، اپنی پریشانی اور مشکلات میں اللہ کے علاوہ دوسروں کو مدد، مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے پکارتا ہے یا ان کو دعاؤں میں واسطہ اور وسیلہ بناتا ہے، اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنے کے بجائے مزاروں اور آستانوں پر پھیرے لگانے، تعویذ گنڈوں، کڑے چھلے اور اسطرح کی دوسری چیزوں پر یقین رکھتا ہے، اور اسی طرح دیگر عقائد و اعمال میں قرآن و سنت کی خلاف ورزی کے علاوہ بہت سی بدعات کو عبادت سمجھتا ہے تو ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ کتاب اللہ کا فیصلہ ہے، وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ "جو شخص اسلام سے ہٹ کر کوئی اور دین اختیار کریگا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا" (آلِ عمران: ۸۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جہاں مخلص اور یکسو ایمانداروں کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی کی خوشخبری دی ہے وہاں کفر و شرک کی ہلاکت خیزی سے اپنے بندوں کو خبردار بھی کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

"اور مایوس نہ ہونا اور کسی طرح کا غم کرنا اور تم ہی سر بلند ہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو" (آلِ عمران: ۱۳۹)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ

مُّهْتَدُوْنَ ○ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (یعنی شرک) کی ملاوٹ نہیں کی، انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔" (الانعام: ۸۲)

قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ○ (الروم: ۴۲)

"کہہ دو کہ زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا ہے (وہ اس لئے اللہ کے غضب کا شکار ہوئے ہیں کہ) اُن کی اکثریت شرک کرنے والوں پر مشتمل تھی۔" (الروم: ۴۲)

کہیں اللہ فرماتا ہے کہ ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان کے دعوے کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (یوسف: ۱۰۶)

شرک اللہ کے نزدیک ناقابل معافی گناہ اور ظلم عظیم ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ "بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کریگا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اس کے علاوہ اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دیگا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔" (النسآء: ۴۸)

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

"بلاشبہ شرک بڑا (بھاری) ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

شرک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (المائدہ: ۷۲) "بے شک اس شخص پر، جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اس کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا"

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ "اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔" (التغابن: ۱۰)

پس دوزخ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ کے مطابق اپنے ایمان، عقیدے اور عمل کو شرک، کفر، نفاق اور بدعت سے پاک کرلیں اور عمل صالح کے ذریعہ تقویٰ کی راہ اختیار کرلیں۔

کفر، شرک اور بدعت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے درج ذیل سطور میں انکی مختصر وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

کُفر :-

قرآن وحدیث کے احکام اور تعلیمات میں سے کسی کو نہ ماننا یا جھٹلانا کفر ہے۔ ہر ایک شرک بالتحقیق کفر ہے لیکن ہر کفر شرک نہیں۔ انجام کے اعتبار سے ہر دو کا ٹھکانہ، ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ: ۳۹) "اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، وہ لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔" (البقرہ: ۳۹)

شرک :-

اللہ کی ذات وصفات، اس کے حقوق واختیارات اور علم وتصرف میں کسی اور کو ساجھی ٹھہرانا، خواہ وہ اس کا کوئی نبیؑ، ولی یا نیک بندہ ہی کیوں نہ ہو، شرک ہے۔ قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ۔ اہل کتاب امتوں نے عزیر اور مسیح علیہما السلام کو بالترتیب اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ یہ ذات کا شرک ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پرزور تردید کی ہے اور اُن کے اس جرم پر اپنے غیض وغضب کا اظہار فرمایا ہے۔ سورۂ مریم میں بیان کیا گیا کہ ان لوگوں نے جو اللہ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے یہ اتنی بڑی گستاخی اور جسارت ہے کہ قریب ہے کہ اس (جھوٹ وافترٰی) سے آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرز کر گر پڑیں۔ اور یہ اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ (آیات: ۹۰-۹۲) سورۃ الاخلاص میں فرمایا۔ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ "نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اسکا ہمسر نہیں۔" (آیات: ۳-۴) اسی طرح اللہ کو نور کا بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور کا ٹکڑا سمجھنا کفر اور شرک بالذات ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ یعنی اس (اللہ) جیسی کوئی چیز نہیں۔ (الشوریٰ: ۱۱) خالق اور مخلوق ایک ہی جنس یا ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ نور اور تاریکی تو اللہ کی مخلوق اور فانی چیزیں ہیں۔

ذات کے شرک کے علاوہ اللہ کی صفات میں شرک کا معاملہ ہے۔ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں سے کسی کو حاضر وناظر، عالم الغیب سمجھنا، مردہ شخصیات کا معاملہ ہے وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہی کیوں نہ ہوں اپنے پکارنے والوں کی پکاروں کو سننا، زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مرنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو دنیاوی قبروں میں زندہ سمجھنا اور زندہ لوگوں کے حالات سے باخبر ہونا اللہ کی صفات میں شرک ہے۔

اللہ کے علاوہ کسی اور کو داتا، دستگیر، گنج بخش، غوث، مشکل کُشا، حاجت روا، اولاد دینے والا، نفع اور نقصان پر قادر سمجھنا اللہ کے

اختیار میں شرک ہے۔

اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مافوق الاسباب طریقے سے مدد کے لئے حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارنا، واسطہ اور وسیلہ بنانا، کسی کے نام کی نذر و نیاز کرنا، کسی کے نام کا جانور ذبح کرنا، دیگ پکا کر کھلانا، کسی آستانے یا مزار کا پھیرا لگانا یا طواف کرنا، چادر چڑھانا، غرض کسی طرح کے مراسم عبودیت (بدنی یا مالی) ادا کرنا، اللہ کے علاوہ تعویذ گنڈے، کڑے اور چھلے، امام ضامن، کسی قبر اور مزار یا زندہ و مردہ پیر صاحب کی کرامات پر توکل و بھروسہ کرنا اللہ کے حق و اختیار میں شرک ہے۔

اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ گمان رکھنا کہ وہ پوشیدہ باتوں کا علم رکھتا ہے۔ دلوں کے حال سے باخبر ہے، غیب کا جاننے والا ہے، قسمتوں کا حال بتا سکتا ہے، زندگی میں ہزاروں میل کے فاصلے سے کشف و کرامات کے ذریعے، اور مرنے کے بعد بھی اپنے پیروکاروں اور پکارنے والوں کے حالات اور مشکلات سے باخبر ہوتا ہے، اللہ کے علم میں شرک ہے۔ نیز مرنے کے بعد کسی نبیؑ، ولی، شہید یا دوسری شخصیات کا عالم واقع میں آکر لوگوں کی مشکل کشائی کرنا، تیمارداری کرنا، جنگ و جدال یا دوسری پریشانیوں میں آکر مدد کرنا اور اسی طرح فنافی اللہ، فنافی الشیخ، حلول وحدۃ الوجود اور وحدت الشہود کے نظریات رکھنا اللہ کے تصرف میں شرک ہے۔

قبر پرستی کا شرک جو ہر دور کی طرح آج بھی عروج پر ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام طرح کے شرک اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ قوموں کے حوالے سے اس فعل شنیع کی مخالفت فرمائی ہے۔ ترجمہ:۔ جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگو! سن رکھو تم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں، انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں۔ (مسلم)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ ان پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر عمارت (چھت وغیرہ) تعمیر کرنے اور (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ قبروں کو اونچا کرنے کے بجائے ان کو زمین کے برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ وہاں پر جا کر قبر والوں سے کچھ مانگا جائے، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے ان کو پکارا جائے یا اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ان کو **واسطہ اور وسیلہ** بنایا جائے۔ بلکہ آپؐ نے اس اجازت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ قبروں کو دیکھ کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور قبریں موت اور آخرت یاد دلاتی ہیں۔ (ابن ماجہ و مسلم)

نفاق:۔ نفاق یا منافقت یہ ہے کہ کوئی فرد یا افراد کا گروہ اپنے دنیاوی مفادات کو بچانے کے لئے اہل ایمان اور کفار دونوں سے دوستی اور تعلق کا دم بھرے۔ منافقین جب ایمان والوں کا غلبہ اور دباؤ محسوس کرتے ہیں تو ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں سورۃ البقرہ میں ان کے بارے میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ یہ اللہ اور آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔ یہ اپنے خیال میں اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اللہ اُن کو اسی دھوکے میں رکھتا ہے۔ اُن کے دلوں کے مرض (نفاق) کو اور بڑھاتا ہے اور اُن کے اس جھوٹ کی وجہ سے اللہ نے اُن کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ منافقین کے دوغلے پن کو دوسری جگہ اس طرح واضح کیا گیا ہے۔ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ وَلَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ "بے شک یہ منافقین (اپنے زعم میں) اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں جبکہ اللہ اُن کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ یہ (منافقین) جب نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سستی اور کاہلی سے اٹھتے ہیں (محض) لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ یہ درمیان ہی میں لٹک رہے ہیں۔ نہ اُن کی طرف (ہوتے ہیں) اور نہ اِن کی طرف" (النساء: ۱۴۲، ۱۴۳) قرآن میں ان کے لئے اسی دوغلے پن کی وجہ سے یہ وعید سنائی گئی ہے کہ۔ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ "بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔ (النساء: ۱۴۵)

اسلام کی مقبولیت اور غلبے کو دیکھ کر عبداللہ بن اُبی (رئیس المنافقین) اور اس کے ساتھی بظاہر ایمان لے آئے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اہل ایمان اور اللہ کے دین کے خلاف جو ان کے دلوں میں حسد، کینہ اور بغض تھا اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا اور جب بھی ان کو موقع ملا انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی برابر کوشش کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ان منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کی تعلیم کے لئے منافق کی درج ذیل چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے رہیں اور نفاق کی بیماری سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ فرمایا: "چار باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان چاروں میں سے کوئی ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی

جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۲) جب کوئی بات کہے تو جھوٹ کہے۔ (۳) جب کوئی عہد کرے تو دغا کرے (یعنی وعدہ کرے تو اسکی خلاف ورزی کرے۔) (۴) جب جھگڑے تو گالی دے۔

بدعت:- دین میں قرآن و سنّت کی تعلیمات اور ان کی منشاء کے علاوہ کمی بیشی کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دین میں نئی نئی اختراعیں بُرے کام ہیں، اور (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے (مسلم ترمذی)

اسی طرح ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کی تو اس کا وہ عمل مردود ہے (بخاری و مسلم)

مذکورہ بالا تفصیلات کے علاوہ، ایمان و عقیدہ اور اعمال کی اصلاح کے لئے درج ذیل باتیں بھی انتہائی اہم اور قابل غور و فکر ہیں۔

۱۔ مردوں کے سننے (سماع موتیٰ) کا عقیدہ رکھنا، یا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد مدینے والی قبر میں اور دیگر وفات شدہ لوگوں کو دنیاوی قبروں میں اپنے جسموں کے ساتھ زندہ سمجھنا یا مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دنیاوی قبروں میں مدفون جسموں کے اندر روح کے لوٹائے جانے کا عقیدہ رکھنا قرآن کا کفر اور شرک ہے۔

۲۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اُمّت کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام پیش ہوتے ہیں، قبر کے قریب پڑھا جانے والا درود و سلام آپؐ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام فرشتے لیجا کر آپؐ پر پیش کرتے ہیں قرآن کا کھلا کفر و شرک ہے اس لئے کہ اللہ کی کتاب بیان فرماتی ہے وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ کہ "تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔" (ھود: ۱۲۳) اور درود میں بھی ہم اللہ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور۔۔" ظاہر ہے ہماری یہ دعا (درود) اللہ رب العزت ہی کے دربار میں جائیگی، کہیں اور نہیں جاسکتی۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ سمجھنا کفر ہے کیونکہ خالق کائنات خود انہی کی زبان مبارک سے اعلان کروا رہا ہے "کہہ دو کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک بشر ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا الٰہ (معبود) یکتا اور یگانہ ہے" (الکہف: ۱۱۰)

۴۔ اللہ کے نام کی نیاز کے علاوہ کسی نبیؑ، ولی، شہید یا پیر بابا کی نیاز چھوٹی بڑی گیارہویں، میلاد کی شیرنی، دسویں محرم کا شربت یا حلیم، جعفر صادق کے نام کے کونڈے، شب برأت کا حلوہ اور اس طرح کی دیگر نیازات کا اہتمام کرنا، کھانا اور کھلانا حرام، بدعت اور شرک ہے۔

۵۔ مروجہ قرآن خوانی، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ برائے ایصال ثواب کرانا یا اس میں شرکت کرنا بدعت و حرام ہے۔

۶۔ اللہ کے علاوہ اس کے انبیاء علیہم السلام، اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، اولیاء، شہداء اور دیگر وفات شدہ لوگوں کو براہ راست مدد کے لئے پکارنا یا ان کے وسیلے سے دعا مانگنا شرک ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ "اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں" (القصص: ۸۸) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ "اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ تو محض اللہ کے بندے ہیں، جیسے تم ہو" (الاعراف: ۱۹۴) اللہ کو کسی واسطے وسیلے کی ضرورت نہیں، وہ فرماتا ہے۔ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ "اور ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں" (ق: ۱۶) وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا "اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، انہی کے ذریعہ اسکو پکارو" (الاعراف: ۱۸۰) وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ "اور اللہ سینے کے رازوں کا جاننے والا ہے" (التغابن: ۴) ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ "مجھے پکارو (میں تمہاری پکاروں کو سُن کر) تمہیں جواب دیتا ہوں" (المومن: ۶۰) اللہ ہی رزق اور اولاد دینے والا ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ "اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے" (الرعد: ۲۶)

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔" (الشوریٰ: ۴۹، ۵۰)

۷۔ تعویز۔ خواہ قرآنی ہو یا غیر قرآنی، دھاگہ، تانت اور امام ضامن وغیرہ لٹکانا یا باندھنا اور ان سے امیدیں وابستہ رکھنا شرک ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے تعویز لٹکانے کو شرک کہا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے کوئی بھی چیز لٹکائی تو وہ اس چیز کے حوالے کر دیا جائیگا۔ فرمان رسول کے مطابق کڑا یا چھلا پہنے ہوئے اگر کوئی مر جاتے تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوگا۔

۸۔ محرمی مجالس، محفل میلاد اور عید میلاد النبی کا اہتمام کرنا، شب برأت اور عید میلاد النبی پر چراغاں کرنا قرآن و حدیث کی رو سے بدعت و گمراہی، مشرک قوموں کی رسومات کی نقل اور بدترین اسراف ہے۔

٩ - نماز کے بعد انفرادی یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے۔ نماز کے اندر سلام سے پہلے تشہد میں دعا کرنا اور نماز کے بعد ذکر مسنون ہے۔

١٠ - نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں۔

١١ - کسی دینی کام پر معاوضہ واجرت لینا، اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے مترادف ہے۔ اُجرت پر قرآن پڑھانا، دینی تعلیم دینا، امامت کرنا، دینی کتب چھاپ کر منافع کمانے کے لئے بیچنا، تراویح میں قرآن سنانے کا معاوضہ لینا حرام و بدعت ہے۔ کیونکہ بغیر معاوضہ کام کرنا خدمت اور معاوضے پر کام کرنا کاروبار کہلاتا ہے۔

١٢ مساجد میں باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ یا درود کا ورد کرنا اور اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت و گمراہی ہے۔

١٣ - عیدین کے موقع پر گلے ملنا رواج بن گیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ لہذا بدعت ہے۔

١٤ - مونچھیں بڑھانا غرور وتکبر کی علامت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ"۔ کافر داڑھی منڈھاتے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا "جو مرد عورت کی شکل اختیار کرے یا عورت مرد کی شکل اختیار کرے اس پر اللہ اور رسول کی لعنت ہے۔

١٥ - مردوں کی شلوار (وغیرہ) کا پائنچہ ٹخنوں سے اونچا ہونا چاہئے۔ کیونکہ ٹخنے سے نیچا پائنچہ دوزخ میں ہوتا ہے۔ یہ غرور وتکبر کی نشانی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں رائی کے برابر بھی غرور ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

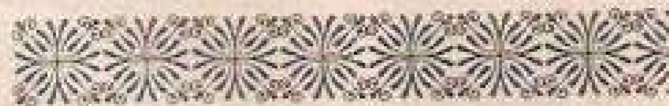
١٦ - حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً والدین کی خدمت کرنا، ان سے حسنِ سلوک سے پیش آنا، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، محتاجوں اور ناداروں کے کام آنا، بیماروں کی تیمارداری کرنا، صلہ رحمی کرنا اور عفو ودرگزر سے کام لینا وغیرہ۔

١٧ - اللہ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے اور دین اسلام کو ہمارے لئے پسند کیا ہے اگر ہم اس کے مقابلے میں موجودہ فرقوں اور مسالک سے تعلق رکھتے اور اپنے آپ کو مسلم کے بجائے دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ، قادیانی، پرویزی، حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی وغیرہ کہلانا پسند کرتے ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ ہم اللہ کے پسندیدہ نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مقابلے میں ذاتی پسند اور ان فرقوں اور مسالک کے بانیوں، اماموں اور اپنے بڑوں کی محبت اور عقیدت کو ترجیح دیتے ہیں جو کسی لحاظ سے بھی درست اور جائز نہیں ہے۔

آیئے ہم ہر طرح کے کفر و شرک، نفاق اور بدعات سے صدقِ دل سے توبہ کرلیں اور اپنے ایمان وعقیدے اور اعمال کی خرابیوں کو دور کرکے زندگی کو قرآن وحدیث کے مطابق استوار کرنے کی کوشش کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان خالص اور اس کے مطابق اعمال صالحہ اختیار کرنے اور ان پر استقامت کی توفیق دے اور دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔

آمین یا رب العالمین





بقیہ

مالکم لا ترجون للہ وقارا

ابن تیمیہ نے تعویذات کے سلسلہ میں احمد بن حنبل کے اثر نفوس کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مجموع فتاوی اور حبل اللہ شمارہ نمبر ۲ آخر میں ہماری پکار:

اب جس کو زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر ہو کر نہ مرے۔ مالک کائنات کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ (النساء: ۷۶)

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقین جانو کہ شیطان کا داؤ بودا ہوتا ہے۔

اللہ کا نافرمان جہنمی ہے

ابو الوز جدون، بھٹہ ویلیج کیماڑی، کراچی

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام کے جسم کو مٹی سے خلق فرمایا۔ پھر اس میں روح پھونک کر فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے بغیر کسی تردد کے اپنے ربّ کا حکم مانتے ہوئے مٹی سے بنے ہوئے آدمؑ کے سامنے سجدہ کر لیا۔ لیکن شیطان (ابلیس) نے انکار کیا اور اللہ کے حکم سے سرتابی کی وجہ بیان کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِن طِينٍ ۝ "میں اس (آدم) سے افضل ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔" (ص: ۷۶)

حالانکہ بات یہاں افضل یا اسفل کی نہیں تھی بلکہ دیکھنا یہ تھا کہ حکم کس کا ہے۔ وہ ربّ اگر شیطان کو لکڑی یا پتھر کے سامنے بھی سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بحیثیت ایک وفادار اور تابعدار مخلوق کے اسے بلا چوں و چرا اپنے ربّ کا حکم مان لینا چاہیئے تھا۔ لیکن اس نے اللہ کے حکم کے مقابلے میں تکبر اور غرور کا مظاہرہ کیا اور اس طرح کائنات کے عظیم ربّ کی نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ چونکہ شیطان نے ضد اور ہٹ دھرمی کو اختیار کیا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے جرم اور سرکشی پر نادم نہیں ہوا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی اور فیصلہ سنا دیا کہ اب جب کہ تو نے ہمارے احسانات کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور ہمارے حکم کو ماننے سے انکار کیا ہے تو ہمارے ہاں تیرا کوئی مقام نہیں۔ اس لئے تو یہاں سے نکل جا۔ تو مردود اور ذلیل ہے۔ اب قیامت تک کے لئے تجھ پر لعنت برسے گی۔

چنانچہ اپنے ربّ کا نہ بدلنے والا فیصلہ سن کر شیطان نے انسان سے انتقام لینے کے لئے اللہ سے دعا کی۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ "(شیطان نے) کہا۔ اے میرے ربّ! مجھے انسانوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک مہلت عطا فرما" قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک"

(ص: ۷۹ - ۸۱)

اس مہلت کے حساب سے شیطان کو قیامت تک زندہ رہنا ہے (واللہ اعلم) شیطان نے یہ مہلت سیاست کرنے، کارخانے لگانے، جائیداد بنانے یا عیاشی کرنے کے لئے نہیں مانگی تھی بلکہ یہ درخواست قبول ہونے کے بعد اس نے علی الاعلان کہا تھا۔ کہ میں تو مردود و ملعون ہو ہی گیا ہوں لیکن ان انسان کے بچوں کو بھی میں مردود، ملعون اور جہنمی بنا کر چھوڑوں گا۔ ان میں سے جو بھی ایمان خالص اور صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کرے گا میں دائیں بائیں، آگے اور پیچھے غرض چاروں طرف سے آکر ان کو گمراہ کرنے اور اس طرح اپنے ساتھ جہنم کا ایندھن بنانے کی کوشش کروں گا۔ شیطان نے ربّ ذوالجلال کی عزت کی قسم کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ میں انسان کو صراط مستقیم سے بہکاتا رہوں گا اور دعویٰ کیا تھا کہ مالک! ان کی اکثریت تیری نافرمانی کر کے میرے پیچھے چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کو جواب دیا گیا کہ میرے مخلص بندے جن کے دلوں میں میرا وقار ہو گا ان پر تیرا زور نہیں چل سکے گا۔ اور وہ تمہارے دجل و فریب کا کبھی شکار نہیں ہوں گے اور ہمارا یہ فیصلہ بھی اٹل ہے کہ انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے، تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

انسان کے ازلی دشمن، شیطان نے اپنے مکر و فریب کا نشانہ پہلے انسان، آدم علیہ السلام کو بنایا اور مختلف انداز سے بہلا پھسلا کر ان کو اس درخت میں سے کچھ کھانے پر آمادہ کر لیا جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو منع فرمایا تھا۔ وہ وقتی طور پر شیطان کے بہکاوے میں تو آ گئے لیکن شیطان کی روش (سرکشی اور ضد) کے برعکس فوراً ہی اپنی بھول پر نادم ہوئے اور اپنے رب سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعہ معافی مانگ لی۔ ربّ ذوالجلال نے آدم علیہ السلام کی غلطی معاف فرما دی اور قیامت تک انسانوں کے لئے اعلان فرمایا کہ غلطی یا گناہ سرزد ہونے کے بعد جو انسان بھی خلوص دل کے ساتھ معافی مانگے گا وہ اللہ تعالیٰ کو غفور الرحیم پائے گا۔ اللہ اپنے گناہ بخشوانے، عجز و انکساری اختیار کرنے والے بندوں کی پکار سننے اور ان کو بخشنے والا ہے:

اس کے بعد زمین پر شیطان، انسانوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں سرگرم ہوگیا۔ یہاں تک کہ وہ ہر دور میں ان کی ایک کثیر تعداد کو اپنے ساتھ شامل کرنے اور اپنا ہم مسلک بنانے میں کامیاب رہا اور اپنے ان ساتھیوں کے ذریعے دیگر معصوم اور کمزور لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ کائنات کے مہربان رب نے انسانوں کی رہنمائی اور ان کو اس خطرناک اور عیار دشمن سے بچانے کے لئے مختلف ادوار میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا تاکہ وہ ان کو ایک اللہ کی بندگی کی طرف بلائیں۔ اور طاغوت کی پیروی سے اجتناب کرنے کی تلقین کریں۔ لیکن قرآن گواہی دیتا ہے کہ انسانوں کی اکثریت نے ہمیشہ طاغوت اور شیطانی قوتوں کی پیروی کرکے اللہ کی بندگی سے اجتناب کیا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ شیطانی اثرات سے مغلوب اور اکابر پرستی کی دھن میں مگن، اپنے پروردگار کے ساتھ اس طرح ظلم کرنے والوں نے اپنی اس گمراہی کا ذمہ دار بھی اللہ ہی کو ٹھہرانے کی کوشش کی۔

قرآن اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ

"اور شرک کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے بڑے اس کے سوا کسی اور کی بندگی کرتے اور نہ۔۔۔ اس کے حکم کے بغیر ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کے اس روایتی طرز فکر سے باخبر کرتے ہوئے اللہ کی مشیت کو اپنی گمراہی کے لئے بطور حجت پیش کرنے والے ان ظالموں کی بات کا جواب دیا گیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ "اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے (بھی یہی کچھ کیا تھا"۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ لیکن ہم نے اپنے رسولوں پر حق بات کو واضح طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر دینے کے علاوہ کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی ان لوگوں کے اس قول کے بالکل برعکس اصل حقیقت یہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ اور انہوں نے لوگوں کو صرف اللہ ہی کی عبادت اور طاغوت سے اجتناب کی تعلیم دی ہے۔ اب ان میں سے جنہوں نے رسولوں کی بات مانی۔ اللہ نے ان کو ہدایت سے نوازا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ اور جو گمراہی پر جمے رہے ان پر گمراہی پوری طرح مسلط ہو گئی۔ فرمایا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اگر یہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے انجام سے کچھ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان سے کہئیے کہ زمین پر چل پھر کر دیکھیں۔ ان کی بربادی کے آثار آج بھی ان کو نظر آجائیں گے۔ (النحل : ۳۵ - ۳۶)

قرآن میں طاغوت کی بندگی سے علیحدگی اختیار کرکے اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے۔ فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور جن لوگوں نے اس سے اجتناب کیا کہ طاغوت کی عبادت کریں (اللہ کے مقابلے میں ان کی بات مانیں) اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ان کے لئے (بہتر انجام کی) خوشخبری ہے تو میرے ایسے بندوں کو بشارت دے دو۔ جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں اور اس میں سے اچھائی کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی اور یہی لب والے (ہوشمند) ہیں۔ (الزمر : ۱۷ ، ۱۸)

ایسے تمام لوگوں کے واقعات قرآن میں بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے آخری امت کے افراد کو خبردار کیا کہ اے ایمان والو! ان احبار و رہبان (دین کے ٹھیکیداروں، مسلک پرست مولویوں اور پیروں کی) اکثریت سے بچو۔ یہ لوگوں کا مال ہڑپ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو ایمان خالص اور صراط مستقیم سے بھی روکتے ہیں۔ (التوبہ) پہلی امتوں کو بربادی اور ہلاکت سے دوچار کرنے والے یہی احبار و رہبان (مسلک پرست مولوی اور قبر پرست پیر) تھے اور آج اس آخری امت کو برباد اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے بھی یہی فرقہ پرست علماء اور مشائخ ہیں۔ ان کی باتوں پر عمل کرکے آج یہ پوری امت ذلت و رسوائی کا شکار اور پستی میں دبی ہوئی ہے۔ انہوں نے جہاں کلامی بحثوں کے ذریعہ دین کو ایک چیستان بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ وہاں قبر پرستی کے ذریعے قرآن و حدیث کی تعلیمات کو دنیا کمانے کے لئے کاروبار بنایا۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی سے منع فرمایا ہے اور واضح طور پر خبردار کیا کہ دیکھو! تم سے پہلے لوگوں نے اس گناہ کا آغاز انبیاء اور پھر نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا کر کیا ہے۔ تم ہرگز اس ظلم کا ارتکاب نہ کرنا۔ (مسلم)

بخاری کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری مرحلے پر مرض الموت کی حالت میں یہود و نصاریٰ پر لعنت

دسائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ اور اس طرح امت کے بارے میں اس گمراہی کے تعلق سے اپنی فکرمندی کا اظہار فرمایا کہ کہیں آپ کی امت بھی اسی گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ کے غضب کی مستحق نہ بن جائے لیکن فن دینداری کے ماہرین (احبار و رہبان) نے تاویل کا خوب صورت اور سحر کن روایتی پھندا لگا کر اس امت کو بھی بالآخر شاخ نشیمن سے اترنے پر مجبور کر دیا۔ امت میں قبر پرستی کی بنیاد درحقیقت قرآنی تعلیمات کے خلاف اس عقیدے نے فراہم کی جس کے مطابق مرنے کے بعد قیامت سے پہلے انہی دنیاوی قبروں میں مدفون جسموں کے اندر روح لوٹا دی جاتی ہے اور پھر مُردہ وہیں زندہ ہو جاتا ہے۔

اتفاق سے اس عقیدے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب بعض من گھڑت روایات کی تائید میں سب سے پہلے سند جواز دینے والی شخصیت (تیسری صدی کے "امام") احمد بن حنبل ہیں جن کو دینی علم کے علاوہ خلق قرآن کے غیر ضروری مسئلہ میں بنو عباس کے بعض حکمرانوں کی طرف سے دباؤ اور تشدد کے خلاف استقامت دکھانے پر غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اس طرح جب یونانی اور دیگر درآمد شدہ فلسفوں اور کلامی بحثوں نے اپنے اثرات دکھانے شروع کئے اور لوگوں نے امام صاحب سے دینی مسائل کے سلسلے میں رجوع کیا تو بڑے محتاط طریقے سے اس عقیدے کی تبلیغ کا آغاز ہوا جس کا ثبوت اُن کی طرف سے مسدد بن مسرہد بصری کے نام اس مشہور خط میں موجود ہے۔ جس کا ذکر الابانہ[1]، طبقات حنابلہ اور دوسری متعدد کتابوں میں ہوا ہے۔ چنانچہ اس امت میں قبر پرستی کے شرک کو رواج دینے والوں نے من گھڑت روایتوں کے علاوہ اسی عقیدے سے دلیل حاصل کر کے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے والی قبر میں زندہ کیا۔ پھر دوسرے نیک لوگوں اور خود ساختہ اولیاء کو یہاں تک کہ پھر ہر مردہ قبر میں جانے کے بعد زندہ ہو گیا۔ جو قبر پر آنیوالوں کو پہچانتا ہے۔ ان کا سلام اور پکار بھی سنتا اور جواب دیتا ہے۔ ان کے اچھے بُرے اعمال سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر خوشی اور ناراضگی کا اظہار بھی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ[2]۔ اس طرح قبر پرستی کے لئے بنیاد فراہم کرنے والے اس عقیدے کو احمد بن حنبل اور ان کی پیروی کرنے والی دوسری شخصیات کے دینی علم اور دنیاوی طور پر عزت اور شہرت نے نہ صرف تحفظ بلکہ قبولیت عامہ کا موقع فراہم کیا ہے۔

چنانچہ گزشتہ کئی صدیوں سے تمام حنبلی و دیگر علماء اعادۂ روح کے عقیدے کو (اس من گھڑت روایات کے علاوہ) احمد بن حنبل سے نسبت کی وجہ سے مانتے اور نقل کرتے چلے آ رہے ہیں جس کی وجہ سے جمہور امت نے اس کو اختیار کیا ہے بلکہ اس دور میں تو احمد بن حنبل کی کتاب الصلٰوۃ۔ جس میں طبقات حنابلہ کے حوالے سے مسدد بن مسرہد کے نام ان کا خط "عقیدۂ امام احمد بن حنبل" کے عنوان سے نقل ہوا ہے۔ کو عربی اور دیگر زبانوں میں چھاپ کر ہر جگہ تبلیغ کے طور پر مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس طرح جو خط اور عقیدہ احمد بن حنبل سے مسلسل منسوب چلا آ رہا ہے اور حنبلی مسلک کے چوٹی کے مشہور و معروف علماء اور امام اور اسلامی دنیا کی آنکھ کے تارے جس کو مانتے اور بیان کرتے چلے آ رہے ہیں "آج بارہ سو سال بعد کچھ لوگ مذکورہ خط پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور طرفہ تماشہ یہ کہ ان کا اپنا [redacted]۔ قیامت سے پہلے رد روح کے قائل اور مرنے کو قبر میں زندہ مانتے ہیں۔ ظاہر [redacted] ہر اس رویے یا انداز کی روح روان علمیت، تدبر یا اصلاح احوال کی تڑپ تو نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے پیچھے کسی سے اندھی عقیدت اور کسی سے اللہ واسطے کا بیر، بغض، حسد، دشمنی و عناد اور مولویانہ مکاری ہی کار فرما نظر آتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو منہ لگانے سے بہتر ہے کہ ان کو یہ کہہ کر خود اپنی جلائی ہوئی حسد، بغض و عناد کی چتا میں جلتے رہنے دیا جائے کہ

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران: ۱۱۹)

ذیل میں ان کے اعتراضات کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے

اعتراض ۱

ابن تیمیہ نے جلد نمبر ۵ "مجموع الفتاویٰ" صفحہ ۳۸۱ پر عبدالرحمٰن بن مندہ کا قول بیان کیا ہے کہ اس خط کا ایک راوی احمد بن محمد التمیمی مجہول ہے لیکن عقل کے اندھے پن کا کیا علاج ہو کہ اسی جلد کے صفحہ ۳۹۶ پر موضوع زیر بحث سے متعلق اختتامی عبارت نظر نہیں آتی جس میں ابن تیمیہ نے حتمی انداز میں واضح کیا ہے کہ "مسدد بن مسرہد کے نام احمد بن حنبل کا خط معروف و مشہور ہے۔ اور اہل حدیث والسنۃ اور ایک سے زائد اصحاب احمد نے اس خط کو قبول کر کے اس پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح ابن تیمیہ نے یہ الفاظ لکھ کر مذکورہ راوی کے جہل کو ختم کر کے خط کو معروف ثابت کیا ہے" اور مزے کی بات یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن مندہ کو ذہبی نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" (جلد ۳ صفحہ ۱۱۶۸) میں اسلام کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچانے والا قرار دیا ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ عبدالرحمٰن بن مندہ مجروح ہیں۔

اعتراض ۲

[redacted]

[1] مصنفہ ابو عبد اللہ بن بطہ

[2] ملاحظہ ہوں ابن تیمیہ، ابن قیم وغیرہم کی تحریریں

کے تین سو سال بعد لکھا گیا ہے۔ معترضین یہ اعتراض اٹھاتے وقت اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ خط پر جرح تو عبدالرحمٰن بن منده نے کی ہے، جو چوتھی صدی ہجری کا آدمی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ خط اس وقت چوتھی صدی میں موجود تھا جبھی تو اس پر عبدالرحمٰن نے جرح کی ہے۔ ورنہ وہ اپنے سے تقریباً دو سو سال بعد لکھے گئے خط پر کیسے جرح کرتے!

اعتراض ۳: اگر یہ خط احمد بن حنبل کا ہے تو اس پر بخاریؒ اور مسلمؒ وغیرہ نے جرح کیوں نہیں کی۔ اور اس کا رد کیوں نہیں کیا؟

ایسے حضرات اگر غور فرمائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ خط احمد بن حنبل نے مسدد بن مسرہد کے نام لکھا تھا۔ بخاری و مسلم [redacted] یا کسی اور محدث کے نام نہیں۔ [redacted] اس دور کے دیگر لوگوں کا فتویٰ اس خط کے بارے میں طلب کرنا نری جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر محدثین ہر وقت احمد بن حنبل کے ساتھ نہیں بیٹھے تھے۔ اس دور کے محدث سے کسی کو استاد یا شاگرد دیکھنے کو لیتا آج کے معروف معنی میں استاد یا شاگرد سمجھنا حقائق سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس دور میں کسی محدث نے اگر کسی سے ایک روایت لی یا زندگی میں ایک مرتبہ کسی کے درس میں شرکت کی تو اس کو بھی اپنا استاد بیان کیا ہے۔ اس کا اندازہ "خلق قرآن" کے مسئلے سے لگانا چاہیئے۔ جس کی مخالفت پر احمد بن حنبل کو اتنی شہرت حاصل ہوئی اور بقول معترضین امام المحدثین اور استاد امام جیل گیا اور اس مسئلے پر کوڑے تک کھائے لیکن ان کے شاگردوں نے اس مسئلے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ گویا ان کی نگاہوں میں یہ کوئی اہم دینی مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ امیر المحدثین بخاریؒ نے اس مسئلے میں بھی احمد بن حنبل کا ساتھ نہیں دیا۔ بلکہ ان کا موقف ان سے مختلف تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خط احمد بن حنبل نے اپنے شاگرد مسدد بن مسرہد کے نام لکھا تھا کسی مخالف یا دشمن کے نام نہیں لکھا تھا کہ اس نے اس کی کاپیاں بنوا کر لوگوں میں بانٹ دی ہوں۔ (اور نہ اس زمانے میں لکھائی چھپائی اور کاغذ کی اتنی سہولتیں تھیں) خط ذاتی معاملہ ہوتا ہے جس کو وصول کنندہ چاہے جتنا عرصہ اپنے پاس محفوظ رکھے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی بعض نامور شخصیات اشعرا اور سیاسی رہنماؤں کے خطوط پچاس بلکہ سو سال بعد منظر عام پر آتے ہیں۔ حال ہی میں ایک کانگریسی رہنما ابوالکلام آزاد کی تحریر تقریباً چالیس سال بعد منظر عام پر لائی گئی ہے۔ بخاریؒ تو احمد بن حنبل کے پندرہ سال بعد ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور مسلمؒ تقریباً بیس سال بعد ۲۶۱ھ میں وفات پا گئے۔ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر دکھائے کہ اس خط کا بخاریؒ یا مسلمؒ کو علم تھا تو پھر اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ ورنہ اعتراض باطل ہے۔

اس خط کے احمد بن حنبل کے ہونے کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کو شائع ہوتے صدیاں گزر گئی ہیں اور آج تک کسی بھی عالم نے یہاں تک کہ حنبلی مسلک کے کسی عالم نے بھی اس کی تردید نہیں کی ہے بلکہ سارے حنبلیوں نے اس کے موافق عقیدہ بنا کر اس کی تصدیق کی ہے اور اس کو صحیح مان کر ہر دور میں شائع کیا ہے۔ احمد بن حنبل کی وفات سے لے کر آج تک بڑے بڑے حنبلی علماء موجود رہے ہیں لیکن کسی نے بھی اس خط کے بارے میں نہیں لکھا کہ یہ ہمارے امام کو بدنام کرنے کے لئے کسی جھوٹے نے ان سے منسوب کیا ہے اور یہ کوئی معمولی بات بھی نہیں بلکہ کفر کا معاملہ ہے۔ طبقات حنابلہ میں شائع ہونے کے بعد بھی تقریباً آٹھ سو سال میں کسی عالم نے اس خط سے انکار نہیں کیا۔

اعتراض ۴: جس عقیدے کو احمد بن حنبل سے منسوب کیا جاتا ہے وہ عقیدہ تو ابو حنیفہؒ نے بھی اپنی کتاب فقہ اکبر میں بیان کیا ہے لہٰذا اس پر بھی لے دے ضروری ہے۔ ایسے افراد کی خدمت میں عرض ہے کہ دنیا کے اہل علم اکثر بیت کو بخی کتابوں میں بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی کوئی تصنیف ہی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ آج کے اہلحدیث علماء بھی اس حقیقت سے اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن احمد بن حنبل کے خط کو شائع کرنے والے کو آج تک کوئی نہ پہچان سکا تعجب ہے! اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کے بیان کردہ عقیدے کو بلا امتیاز سب نے مانا اور ان کے عقیدے کے طور پر بیان کیا ہے اور اسی تسلسل میں آج کے حنبلی اسکو زبان کرکے .... شائع کرتے ہیں۔ اور اس طرح ایک تسلسل[1] چلا آرہا ہے کہ یہ ہمارے امام احمد بن حنبل کا خط اور عقیدہ ہے۔ ڈاکٹر عثمانیؒ اور ان کے ساتھیوں کی احمد بن حنبل سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں بلکہ اصل وجہ خط میں مذکور عقیدہ[2] ہے جو سراسر قرآن کے خلاف ہے۔

۱۔ جس طرح بیس رکعت تراویح کا ذکر چلا آرہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دور سے لیکر اب تک ایک سال بھی بیت الحرام یا مسجد نبوی میں نماز تراویح قضا نہیں ہوئی۔ اسی طرح قرآن کو بھی ہم لوگوں کے کہنے کی وجہ سے کتاب تسلیم کرتے ہیں جو بالکل سچی کتاب ہے اور اس کی ایک آیت سے بھی انکار کرنے والا پکا کافر ہے۔

۲۔ مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح لوٹائے جانے کے علاوہ تعویذ کرنے کا عمل بھی احمد بن حنبل سے ثابت ہے (ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں: زاد المعاد مصنف ابن قیم اور فتاویٰ ابن تیمیہ وغیرہ)

[redacted]

اب جو عقیدہ صدیوں کے تسلسل میں ایک شخصیت سے منسوب بالاتفاق بیان ہوتا اور لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتا چلا آرہا ہے اور جس کو آج بھی ، فائدۂ عامہ کے لئے اہتمام سے شائع کر کے پھیلایا جا رہا ہے ۔ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ اسں واضح ثبوت کی بنیاد پر اس کی نشاندہی کر کے اس کا رد کیا جائے ۔ کیونکہ بحیثیت انسان ہم ظاہر پر ہی فیصلہ کریں گے اور یہی قرآن و حدیث کی تعلیم بھی ہے ۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے اسں بیان پر کہ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد کو انہی بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تھا ۔ پوری قوم اور ان کے گزرے ہوئے آباؤ اجداد کو کھلی گمراہی میں مبتلا قرار دیا ۔ (الانبیاء ۵۲ تا ۵۴)

اور ابراہیم علیہ السلام کے شرک کو رد کرنے اور طاغوت سے برأت اور بیزاری کے اسں انداز کو ہمارے لئے بھی بہترین اسوہ قرار دیا گیا ۔

(الممتحنہ : ۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :۔

لوگو ! میرے پاس اپنے جھگڑے نہ لاؤ ۔ اپنے بھائی کا حق خود ہی اسے خوشی سے دے دیا کرو کیونکہ میں انسان ہوں (ظاہر پر فیصلہ کرتا ہوں) ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی تیز بولنے والا چرب زبان ہو اور میں اسے دوسرے کا حق دے دوں ۔ یاد رکھو ! کل قیامت کے دن یہ چیز (دوسرے کا حق) تمہاری گردنوں میں آگ کا ٹکڑا بنا کر لٹکا دی جائے گی ۔ (متفق علیہ)

باطل پرست طاغوت کے پجاری صدیوں پہلے لکھی ہوئی کسی بھی کتاب کو مشکوک بنا سکتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں کی دین سے کم اور اپنے دنیاوی مفادات سے دلچسپی زیادہ ہوتی ہے ۔ اپنے عقیدے یا مفاد کے خلاف ہر کتاب کو لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک بنانے کے یہ ماہر ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان اور اسکے پجاریوں کے شر سے محفوظ رکھے اور طاغوت کا صحیح معنوں میں رد کر کے ایمان خالص کے اظہار کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

****

بقیہ : انکارِ حدیث

یہ سب کچھ لکھنے کے بعد سیارہ ڈائجسٹ والے لکھتے ہیں کہ "ابن منصور بیشک مومن تھے ۔ عارف و محب ۔ خدا کی وحدانیت کے بہت بڑے علمبردار" (صـ ۱۵۴)

(عجیب اتفاق ہے کہ ابھی ابن منصور کو "تاریخ تصوف" میں کہیں قرآن کا جواب لکھتے اور کہیں یہ دعوی کرتے دکھایا گیا ہے کہ "اس (قرآن) کا مثل پیش کرنا میرے لئے ممکن ہے" (صـ ۲۵۶ - ۲۶۳) لیکن اس کے باوجود صاحب "تاریخ تصوف" بھی ابن منصور کی عقیدت سے سرشار نظر آتے ہیں)

؎ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آخر میں چوہدری غلام احمد پرویز کی رواداری بھی ملاحظہ فرمالیں ۔ جن لوگوں نے پرویز کو پڑھا ہے ان سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں اور جنہوں نے نہیں پڑھا وہ یہ بات جان لیں کہ پرویز کی نظر میں رائج الوقت اسلام ایک کھوٹے کے پلندے کی طرح ہے ۔ یہ وہ اسلام نہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن میں ہے ۔ دین کو بدل کر لوگوں نے مذہب وضع کر لیا ہے ۔ اس موجودہ اسلام میں صلوٰۃ ۔ صوم ۔ حج اور زکوٰۃ کے مفہوم کو یکسر بدل ڈالا گیا ہے ۔ جنت ، دوزخ ، جزا و سزا ۔ دنیا و آخرت اور تقدیر کے غلط معنی وضع کر کے مذہب کے نام پر برائی پھیلائی گئی ہے ۔ لوگوں نے قرآن کے معنی ہی نہیں بدلے بلکہ اس کی اصطلاحوں کو نئے معنی دے دیئے ہیں ۔ غرض پرویزی ذخیرۂ کتب سے رائج الوقت اسلام ایک قرادِ منکر اور جہل معلوم ہوتا ہے جسے دین سے بغاوت کا نام بھی دیا جا سکتا ہے ۔ مگر ایک سوال کا جواب دے کر چوہدری غلام احمد پرویز نے رائج الوقت اسلام کو نظریۂ ضرورت کے تحت جائز کر دیا اور اسے دینی تحفظ فراہم کر دیا ۔ عبارت ملاحظہ ہو :۔

"اب رہا یہ سوال کہ جب تک خلافت علیٰ منہاج النبوت (اسلامی حکومت) کا دوبارہ قیام نہیں ہو جاتا اس وقت تک کیا کیا جائے ۔ سو اس باب میں میرا مسلک یہ ہے کہ اُمت جس جس طریقے سے ان احکام پر کاربند چلی آرہی ہے وہ اسی پر کاربند رہے ۔ میں خود ان احکام پر اسی طرح کاربند رہتا ہوں" (مقام حدیث صـ ۲۲۵)

اسے کہتے ہیں عقلمندوں کی سیاست ۔ لوگ اسلامی حکومت کا انتظار کریں ۔ جب یہ قائم ہوگی دیکھا جائے گا ۔ اس طرح قبر کے پجاری بھی خوش اور مجاور بھی ۔ اہل حدیث کو بھی ناراض نہ ہونا چاہیئے ۔ اگر حنفیت پر بھی قائم رہ سکتے ہیں ۔ اہل تشیع اسلامی حکومت کے قیام تک شوق سے تعزیہ داری کریں ۔ سنی حلیم پکائیں کھائیں اور کھلائیں غیر اللہ کی نیازیں کرنے اور ان کا تبرک کھانا بھی اسلامی حکومت کے قیام تک جائز ہے ۔ مختصر یہ کہ لوگ اسلامی حکومت کا انتظار کریں اور جو چاہیں کریں ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرویزی اسلامی حکومت کا انتظار کیوں نہیں کرتے وہ سب کچھ وہ کر رہے ہیں جو انہیں نہ کرنا چاہیئے ۔ ورنہ سب سے پہلے پرویز نے جو کچھ لکھا ہے اسے پرویزیوں کو پرویز صاحب کے اس جواب دینے کے بعد دریا برد کر دینا چاہیئے ۔ جب یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اسلامی حکومت کے سلسلے میں مخلص ہیں اور اس کے قائم ہونے کے بعد اس کے جاری کردہ احکامات کو مان لیں گے ۔ (جاری ہے)

فِتنۂ اِنکارِ حدیث

منظر، پس منظر

تحریر: فقیر اللہ نیو کراچی

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی لائق حمد و ثنا ہے کہ جس نے بنی آدم کو عطا۔ یہ تکریم کر کے اسے عزت بخشی اور اسے وہ علم دیا جس سے یہ لاعلم تھا۔ اس کی رہنمائی کے لئے پیغام دے کر اپنے پیغمبروں کو مبعوث کیا۔ انہی کے لئے یہ خوبصورت دنیا سجائی لیکن ان کی وجہ تخلیق اپنی ہی عبادت قرار دے کر ان پر بھاری ذمہ داری بھی ڈال دی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے اس ذمہ داری کو قبول کیا۔ اور خود کو اپنے مالک کی عبادت کے لئے مخصوص کر کے صاحب تکریم کہلانے کا اہل ثابت کیا۔ ان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جب مالک کی آیات ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تو یہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور خشیتِ الٰہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

اور بدقسمت ہیں وہ انسان جنہوں نے اپنے رب کی عائد کردہ اس ذمہ داری سے بے پروا ہو کر بغاوت کا راستہ اختیار کیا اور معبود حقیقی کے ساتھ اپنے وضعی معبودوں کو بھی عبادت کا حقدار سمجھا اور ان سے اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کر کے خود کو اصحاب النار ثابت کیا۔ ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب آیاتِ الٰہی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں، وہ یا تو سننا ہی گوارا نہیں کرتے یا تاویلیں اور توجیہیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ قرآنی آیات کے اصل معنی تبدیل کر کے ان کے مفہوم کو اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق ڈھال لیں۔ یہ لوگ اللہ کے مومن بندوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ اونچے اونچے مکان کس کے ہیں۔ اور محفلیں کس کی بہتر ہیں؟ یہ مالک کے اس فیصلے سے بے خبر معلوم ہوتے ہیں کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔
اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝

"بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام خلقت سے بہتر ہیں۔" (سورۃ : البینۃ : ۷)

اللہ کے اطاعت شعار مومن بندے اور بغاوت کی روش پر گامزن، دو ہی گروہ ہیں، جن میں بنی آدم منقسم ہیں اور ان دونوں میں ہمیشہ کشمکش رہی ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ سے ثابت ہے کہ اللہ کا باغی کبھی رسالت کا اقراری نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے اطاعت شعار بندوں کا شیوہ باغیوں کی خیر خواہی اور ان سے ہمدردی کرنا ہی رہا ہے۔ ان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ گھر سے بھاگے ہوئے گھر واپس آ جائیں۔ بغاوت کی روش ترک کر کے اللہ کی غلامی قبول کر لیں۔ اور اس طرح صراطِ مستقیم پر چل کر دوزخ کا ایندھن بننے کے بجائے اللہ کے انعام کے مستحق ہو جائیں۔ اس جدوجہد میں اللہ تعالیٰ کے مومن بندے اپنے آرام و چین کی بھی پروا نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ باغیوں کے طعنے سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔ مظالم جھیلتے ہیں مگر اُف تک نہیں کرتے اور اس راہ میں چوٹیں کھانے کے باوجود صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ان کا یہ کام دنیاوی مفاد اور مکر سے مبرا، اپنے مالک کے حکم کے مطابق اور اسی کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔

آخر صحابہ کرامؓ کا جرم کیا تھا۔ جو انہیں دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا۔ تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ یہاں تک کہ جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا۔ "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا خطاب حاصل کرنے والے یہی تو چاہتے تھے کہ اللہ کی زمین پر اسی کی حاکمیت ہو، اللہ کے بندے اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کو پکاریں اور مدد کی درخواست کریں۔ مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے اپنی زندگی کو اعمالِ صالحہ سے سنواریں۔ دنیا میں امن قائم کریں اور فساد نہ پھیلائیں، اپنی مساجد کو صرف اللہ کی بندگی کے لیے مخصوص کر دیں۔ وہاں کسی اور کو نہ پکاریں۔ یہ باتیں باغیوں کو بری لگتی تھیں۔ اللہ وحدہٗ لا شریک کا نام سنتے ہی ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے تسلیم کر لیا تو ان کی آزادی متاثر ہو گی۔ شخصیت پرستی کا چراغ گل ہو جائے

گا۔ حلال و حرام کی تمیز سے بے پروا ہو کر دولت سمیٹنے سے رکنا پڑے گا عیاشی کی محفلیں سونی پڑ جائیں گی۔ اس لئے وہ طاقت سے حق کی اس آواز کو روک دینا چاہتے تھے۔ اپنے محسنوں کو گلے لگانے کے بجائے ان کو دھکے دینے اور ان پر ہر قسم کے ظلم کو روا رکھنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

اللہ کا باغی، دعوت حق کی کبھی کھل کر مخالفت کرتا ہے اور کبھی منافق کے روپ میں آستین کا سانپ بن کر اللہ کے مومن بندوں کو ڈستا رہتا ہے۔ نت نئے ہتھکنڈے استعمال کر کے ان کے راستے میں کانٹے کھڑے کرتا ہے۔ تاریخ اسلام منافقین کے گھناؤنے کردار سے بھری پڑی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کی راہ میں کھڑی ہر دیوار انہی آستین کے سانپوں کی تعمیر کردہ ہے۔ یہی تھے جنہوں نے دعوت حق کے خلاف سازش کے اڈے کے طور پر مسجد ضرار تعمیر کی تھی۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو کافروں کے مقابلے میں میدان جنگ میں چھوڑ کر واپس چلے آئے تھے۔ صحابہؓ کو قبیلائی بنیاد پر آپس میں لڑانے کی کوشش کرنے والا یہی گروہ تھا۔ اور وضعی روایتوں کو پھیلانے والے یہی منافقین ہی تھے اور آج حدیث کا انکار کرنے والوں کی معنوی نسبت بھی انہی سے جا ملتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دعا کرنے سے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا۔ منافقین کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ

" اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہی میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں (التوبہ: ۵۶)

اور یہ کہ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ

" یہ (تمہارے) دشمن ہیں۔ ان سے بے خوف نہ رہنا "

(الْمُنٰفِقُوْنَ: ۴)

وحی کی آمد کا سلسلہ جب تک جاری رہا منافق انتشار پھیلانے میں ناکام رہے لیکن پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار۔ مومنوں کے بہی خواہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی مدت پوری کر چکے' دبدبہ عمرؓ باقی نہ رہا۔ تدبر عثمانیؓ نے بھی ساتھ چھوڑا، علی رضی اللہ عنہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست بھی اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ کر نقطہ کو پہنچی۔ مسلمان آپس کی چپقلش میں الجھ گئے۔ ایسی حالت میں فتنہ سازوں کو فتنہ سازی کا موقع ہاتھ آ گیا۔ اور انہوں نے فتنہ پردازی کے لئے سازشیں شروع کر دیں۔ دوسری صدی ہجری کو فتنہ سازی کی صدی کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اسی صدی میں اسلام کی بیخ کنی کے لئے بڑے بڑے فتنوں نے جنم لیا۔

فتنۂ انکار حدیث اسی صدی کی نشانی ہے۔ معتزلہ بھی اسی دور میں زیادہ ابھرے۔ اسی دور میں رہبانیت نے تصوف کا لقب حاصل کیا۔ فرقہ اسماعیلیہ نے جنم لیا۔ اخوان الصفا نے اس کی پھیلائی۔ فلاسفۂ اسلام بھی اسی صدی کی پیداوار ہیں۔ خلق قرآن کا جھگڑا بھی اسی صدی میں کھڑا کیا گیا۔ اسی دور میں منافقوں نے افلاطون اور ارسطو کے معصوم عن الخطاء ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ غرض فتنۂ انکار سنت ہو یا کہ اہل تصوف کی آزاد خیالی۔ فلاسفۂ اسلام ہوں یا معتزلہ اخوان الصفا ہوں یا نیچری، پرویزی ہوں یا اسماعیلی ان سب میں جو چیز مشترک پائی جاتی ہے وہ ہے سنت نبوی سے انحراف۔ یہ محض الزام نہیں بلکہ ان کا ذخیرۂ کتب اس کی شہادت دیتا ہے۔

جہاں تک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے اسے مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے دن سے آج تک دین اسلام کا جزو لاینفک سمجھتے چلے آ رہے ہیں۔ تاریخ اسلام میں ایک لمحہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جب کہ سنت رسول کی یہ حیثیت نہ مانی گئی ہو۔ پہلی صدی ہجری کو مسلمانوں کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، معاشرے میں رچی بسی ہوئی تھی اور اس بات کو ایک مسلمہ اصول کی حیثیت سے قبولیت عامہ کا درجہ حاصل تھا کہ سب سے مستند بات اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔ چنانچہ منکرین رسالت کے لئے یہ وقت موزوں نہ تھا کہ وہ کھلے بندوں احادیث نبوی کی مخالفت کرتے یا اس کی دینی حیثیت کو چیلنج کرتے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ابھی مسلمانوں کا جذبۂ ایمانی اور حمیت دینی اس درجہ پست نہیں ہوئی کہ کوئی شخص علی الاعلان یہ بات کہہ سکے کہ اتباع رسولؐ غیر ضروری ہے اور یہ کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دینی حیثیت نہیں۔ مسلمان ایسے شخص کو یقیناً قابل گردن زدنی سمجھیں گے اور اس کا سر لازماً تن سے جدا کر دیا جائے گا مگر رسالت کے یہ انکاری سنت نبویؐ پر عمل ہوتے دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ حدیث دشمنی کی آگ ان کو جلا کر کباب کئے دے رہی تھی۔ اس

اللہ کا باغی، دعوت حق کی کبھی کھل کر مخالفت کرتا ہے اور کبھی منافق کے روپ میں آستین کا سانپ بن کر اللہ کے مومن بندوں کو ڈستا رہتا ہے۔

نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حدیث نبوی پر اسی چوٹ مارنے کا منصوبہ بنایا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

وضعی روایتوں کے ٹکسال

چنانچہ منافقین نے یہ گھناؤنا کھیل کھیلا کہ جگہ جگہ ایسے ٹکسال کھولے کہ جن میں باتیں وضع کی جاتیں۔ اور پھر انہیں "رسول اللہ نے یہ فرمایا" کہہ کر عام کر دیا جاتا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مسلمانوں کا احادیث نبوی سے حد درجہ لگاؤ ہی منافقوں کی اس چال کی کامیابی کا راز تھا۔ اگر مسلمان اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر ضروری سمجھے ہوتے تو ان آستین کے سانپوں کو اس طرح ڈسنے کا موقع کیسے میسر آتا۔ چونکہ وضعی روایتوں کا یہ کھیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کا انکار کر کے کھیلا گیا جو کہ آپ نے ذاتیں گھڑنے پر وعید کے طور پر زبانی تھیں۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ روایتوں کو وضع کرنے کا کام حدیث کے انکاریوں ہی کے ہاتھوں انجام پایا۔ وعید پر مبنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں

۱۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام لے کر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو شخص میرا نام لیکر جھوٹ بولے گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔ (بخاری: کتاب العلم)

۲۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرا نام لے کر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔ (بخاری: ایضاً)

۳۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانے میں (ایسے) فریب دینے والے جھوٹے لوگ ہونگے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ بس بچو ایسے لوگوں سے اور نزدیک آنے دو تم ان کو تاکہ وہ تاکہ تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنے میں ڈالیں۔ (مسلم: بحوالہ مشکوٰۃ صـ ۳۸)

۴۔ ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری باتیں روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں مگر میری طرف جان بوجھ کر جو جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔ (مسلم)

محدثین کا عظیم کارنامہ

منکرین رسالت کے لئے یہ بات ایک ایسے سے کم نہ تھی کہ ان کا پھیلایا ہوا جال مکڑی کا جالا ثابت ہوا۔ یعنی وضعی روایتوں کے ذریعے جو فتنہ انہوں نے پھیلایا تھا اسے محدثین کے

منکرین رسالت کے لئے یہ بات ایک ایسے سے کم نہ تھی کہ ان کا پھیلایا ہوا جال، مکڑی کا جالا ثابت ہوا۔ یعنی وضعی روایتوں کے ذریعے جو فتنہ انہوں نے پھیلایا تھا اسے محدثین کے عظیم کارنامے "تدوین حدیث" اور تنقیح حدیث نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

عظیم کارنامے تدوین حدیث اور تنقیح حدیث نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ کھرے اور کھوٹے کو چھانٹ دیا گیا۔ اور سوچنے سمجھنے والے اللہ کے مومن بندوں کے لئے اعلیٰ ترین علمی ذرائع مہیا کر دیئے کہ اصول استناد کے ذریعہ مشتبہ روایات کو آسانی سے الگ کر سکیں۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کام جسے آپ نے تئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کلام اللہ کی تعلیمات کی تشریح اور وضاحت (قول و فعل سے) کے ذریعے انجام دیا تھا اور جس کے نتیجے میں ایک مسلم معاشرے کا وجود عمل میں آیا تھا۔ نکھر کر سامنے آگیا۔ جب کہ دشمنان اسلام کا یہ خیال تھا کہ ان کی گھڑی ہوئی روایتوں کے عام ہونے سے یہ کام مشکوک ہو کر رہ جائے گا۔ مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ خود ان کی سازش بے نقاب ہو کر نامراد ٹھہری۔ اور اس طرح اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا کہ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ "پھر اس کے (معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے" (القیٰمۃ: ۱۹)

منصب رسالت اور منکرین حدیث

اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا بلاشبہ منصب رسالت ہے۔ لیکن ان الفاظ سے لفاظی کے ذریعہ لائن بدل کر گاڑی کا رخ اس کی منزل کی سمت سے موڑنا انتہائی گھٹیا درجے کی حرکت ہے۔ اللہ کا پیغام، اللہ کی کتاب قرآن مجید میں مندرج ہے۔ اس کتاب میں وہ فرائض منصبی بھی ہیں جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کے وہ تاکیدی احکامات بھی جو اللہ نے اپنے اطاعت شعار بندوں کو دیئے ہیں۔ قرآن کی رو سے اللہ کے بندوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی صرف آپ کی زندگی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آج بھی آپ کی سنت اسی طرح قابل اتباع ہے۔ یہ احکامات نہ تو منسوخ ہوئے ہیں اور نہ ہی تبدیل اور نہ ان کے کچھ اور معنی لئے جا سکتے ہیں تا وقتیکہ کلام اللہ کے ان معنوی

تحریف نہ کر دی جائے۔ جس طرح اللہ کے بندوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بحیثیت رسول اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے کے پابند تھے۔ یہ کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا اور بس، بالکل اسی طرح غلط ہوگا جس طرح یہ کہنا کہ اللہ کا پیغام سننے والوں نے سن لیا اور بس منکرین حدیث جن معنوں میں یہ کہتے ہیں کہ منصب رسالت صرف اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں منصب رسالت کی حیثیت ایک ڈاکئے کی کے منصب سے زیادہ نہیں ہے۔ ڈاکئے کا سرکاری منصب یہ ہوتا ہے کہ وہ خط دے کر واپس ہو جائے۔ اس کی ذمہ داری میں یہ شامل نہیں ہوتا کہ وہ یہ بھی بتائے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔ لیکن اللہ کا پیغمبر بحکم الٰہی پابند ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پڑھ کر سنائے، سمجھائے اور یہ بتائے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتے ہوئے اپنی تیئیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کلام اللہ کی تشریح کر کے اس کے مطابق ایک معاشرہ تشکیل دیا اور دنیا کے سامنے دین اسلام کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ آپ کا یہ پورا کام سنت رسولؐ ہے اور اس قرآنی نظام کو عملاً نافذ کرنے کے سلسلے میں کلام اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باہمی رابطہ سے جو اصول اور ضابطے، قواعد اور قوانین تشکیل پائے انہیں شریعت کہا جاتا ہے۔

منکرین حدیث کا یہ کہنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن پہنچانے پر مامور کئے گئے تھے۔ سو انہوں نے پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ویسے ہی منتظم اعلیٰ تھے جیسا کہ ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر صدیقؓ یا خطاب کے بیٹے عمرؓ، ان سب کی اطاعت یکساں طور پر ان کی زندگیوں کے ساتھ محدود تھی جو کہ زندگی کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اب اطاعت" حاضر امام کی ہوگی۔ وہی مرکز ملت کہلائے گا۔ اور یہ کہ اس کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شمار کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ حاضر امام یعنی منتظم اعلیٰ کو وہی درجہ حاصل ہوگا جو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ "دو قرآن" اور "دو اسلام" لکھنے والوں نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر "دو منصب رسالت" بھی لکھ دیئے۔ یہ تقسیم کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ پہلا پیغمبری اور دوسرا امامت۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

پیغمبری یعنی پیغامات الٰہی کو لوگوں کے پاس بے کم و کاست پہنچا دینا۔ اس حیثیت سے آپؐ کی تصدیق کرنا اور آپؐ کے اوپر ایمان لانا فرض کیا گیا۔ یہ پیغمبری آپؐ کی ذات پر ختم ہو گئی۔

اِمامت یعنی اُمت کا انتظام، اس کو قرآن کے مطابق چلانا۔ اس کی شیرازہ بندی۔ ان کے باہمی تضایہ کے فیصلے ..... وغیرہ اس حیثیت سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم قرار دی گئی۔"

(مقام حدیث از طلوع اسلام صـ۸۳)

اس طرح بزم طلوع اسلام سے تعلق رکھنے والے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پیغام پہنچا دینے والا مان کر ان کی تصدیق کر دیں۔ رہ گئی آپؐ کی اطاعت و پیروی تو یہ فرض نہیں بلکہ لازم ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ یہ اس لئے کہ منصب رسالت سے منصب امامت کی گنجائش نکال کر اس منصب پر کسی غیر کو بٹھا دیا جائے۔ اور پھر اس کی اطاعت و پیروی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ہم پلہ کرنے کیلئے قرآن آیات سے مفہوم وضع کر کے سوا دی تحفظ دیا جائے اور اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس سالہ پیغمبرانہ کام کو جو خصوصیت حاصل ہے اسے ختم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے ان کے اس مقصد کو صحابہ کرامؓ کا تجویز کردہ سربراہ مملکت کا لقب "خلیفۃ الرسول" پورا نہیں کرتا تھا۔ اس لئے انہوں نے امامت کی اصطلاح کو پسند کیا۔ آخر امامیہ عقیدہ رکھنے والوں کی دنیا میں کمی تھی جو اس میں مزید اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی!

اس ضمن میں پرویزیت کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو:۔

"قرآن میں اطاعت رسولؐ کے جو احکام ہیں آپؐ کی ذات اور زندگی تک محدود نہیں بلکہ منصب امامت کے لئے ہیں جن میں آپؐ کے آنیوالے تمام خلفاء داخل ہیں۔ ان کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت میں موجود تھے ان کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت تھی۔ اور آپؐ کے بعد آپؐ کے جانشینوں کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہوگی۔"

(مقام حدیث: صـ۸۳-۸۴)

بلاشبہ کلام اللہ کی اس آیت کے مصداق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس میں امامت کو شامل کرنا جہل ہوگا۔ مالک فرماتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

ترجمہ:۔ "اور ہم نے جو رسول بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔"

(النساء : ٦٤)

پرویزی گروپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم، حاکم، قاضی، شیرازہ بندی کرنے والا اور افراد کی تربیت کرنے والا تو تسلیم کرتا ہے مگر ان مناصب پر آپ کو مامور من اللہ نہیں سمجھتا۔ جب کہ اللہ کی کتاب اس سلسلے میں واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مناصب پر مامور من اللہ تھے۔ جبھی تو فرمایا:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ٥

ترجمہ "تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

(الاحزاب : ٢١)

چنانچہ یہی فرق قرآنی تعلیمات کی پیروی کرنے والوں اور پرویزیوں کے درمیان جدائی کا باعث ہے۔ قرآن کے فیصلے کو مان لیا جائے تو پرویزیت کی جڑ کٹ جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر (العیاذ باللہ) آپ کا یہ سارا کام خصوصیت کا حامل نہیں رہتا۔ بلکہ عام سطح پر آ جاتا ہے اور پرویزیت کو موقع ملتا ہے کہ وہ منصب رسالت سے منصب امامت وضع کرے اور انکار حدیث کے لئے راہ ہموار ہو۔

قرآن میں جن مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم، مربی، حاکم، قاضی اور شارح قرار دیا ہے۔ ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:۔

١۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ
وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥

ترجمہ:۔ "بلاشبہ ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول اٹھایا ہے جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کا تزکیہ (ان کی زندگی سنوارتا ہے) کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے یہ کھلی گمراہی میں تھے۔" (آل عمران : ١٦٤)

٢۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ
اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ٥

ترجمہ: (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر وہ نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں سے محبت نہیں کرتا:۔ (آل عمران، ٣١ - ٣٢)

٣۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا
شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

ترجمہ:۔ (اے نبی) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں بلکہ خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔

(النساء : ٦٥)

٤۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ
النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ
خَصِيْمًا ٥

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور تم خیانت کرنے والوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا۔ (النساء : ١٠٥)

٥۔ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا
وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

ترجمہ:۔ "اہل ایمان کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو (بس یہ) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (النور : ٥١)

٦۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ
لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ

ترجمہ:۔ اور (اے نبی) کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ تمہارے درمیان انصاف (کے ساتھ فیصلہ) کروں۔ (الشوریٰ : ١٥)

٧۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ
اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ٥

ترجمہ:۔ "جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے نافرمانی کی تو (اے رسول) ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

(النساء : ٨٠)

۸۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝

ترجمہ:۔ "اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہوگیا۔"
(الاحزاب : ۳۶)

۹۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

ترجمہ:۔ "اور (اے رسولؐ) ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (تعلیمات) لوگوں کے لئے نازل کی گئی ہیں تم ان کے سامنے ان کی تشریح اور وضاحت کر دو تاکہ وہ ان پر غور و فکر کریں۔" (النحل : ۴۴)

۱۰۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ تم ان کے اندر (پائے جانے والے) اختلافات کی حقیقت ان پر واضح کر دو اور یہ (کتاب) ہدایت اور رحمت ہے، ایمان لانے والوں کے لئے۔
(النحل : ۶۴)

کتاب اللہ کی یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رسول ان تمام مناصب پر مامور من اللہ تھے اور آج بھی اور تاقیامت انسانیت کے لئے آپؐ کی سنت، آپؐ کی تعلیمات کی اتباع و پیروی (انفرادی و اجتماعی معاملات میں) لازمی اور لابدی ہے۔

انکار حدیث کی ابتداء

فتنۂ انکار حدیث جو کہ تمام فتنوں کی جڑ ہے، سے تمام اسلام دشمن قوتوں نے استفادہ کیا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام دشمنی کا دوسرا نام "انکار حدیث" ہے۔ انکار حدیث ہی وہ کارنامہ ہے جس کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس سالہ محنت کو مشکوک بے اثر اور بے ضرورت قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اس طرح منصب رسالت کو خالی کرکے خود اس پر براجمان ہونے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ دوسری صدی ہجری کی بات ہے کہ سب سے پہلے جس گروہ نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تاریخ انہیں خوارج کے نام سے متعارف کراتی ہے۔ ان کے بعد اسی صدی میں معتزلہ نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر اسلام میں فلسفہ کو داخل کرنے کی کوشش کی۔ یہی کوشش فلاسفۂ اسلامؒ کی جانب سے ہوئی۔ انہی خیالات کی معاونت میں اخوان الصفا میدان میں آئے۔ خانقاہیت کے متوالوں نے بھی اسی بہتی گنگا میں اپنے دامن کو تر کیا۔ فرقہ اسماعیلیہ کی داغ بیل بھی اسی صدی ہجری میں ڈالی گئی۔ غرض ان تمام گروہوں کی معاونت سے انکار حدیث کا قافلہ رواں دواں ہوا۔ مناسب ہوگا کہ ان گروہوں کی مختصر تاریخ بھی بیان کر دی جائے۔ یہ فتنہ برصغیر میں کب داخل ہوا۔ اور کن لوگوں نے ان کی معاونت کی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ بعد میں آئے گا پہلے ملاحظہ ہو ان گروہوں کا مختصر تعارف:۔

۱۔ خوارج

حدیث کا انکار کرنے والوں میں خوارج کا نام سر فہرست ہے۔ یہ وہ گروہ تھا جس نے دوسری صدی ہجری میں اعلانیہ طور پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی حیثیت کو چیلنج کرکے فتنہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی۔ ان لوگوں نے سفر کی حالت میں صلوٰۃ قصر ادا کرنے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے

اسلام دشمنی کا دوسرا نام "انکار حدیث" ہے
انکار حدیث ہی وہ کارنامہ ہے جس کی بدولت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس سالہ محنت کو مشکوک
بے اثر اور بے ضرورت قرار دیا جاتا ہے

کو ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی تصدیق قرآن سے نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے ہر وقت کی صلوٰۃ کے لئے تازہ وضو کرنے کے موقف کو اپنایا۔ اس میں بھی ان کی دلیل یہی تھی کہ وضو ٹوٹنے یا ساقط ہونے کا قصہ غیر قرآنی ہے۔ اس طرح یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے انکار کرکے سب سے پہلے غیر مقلد ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

معتزلہ

:۔ معتزلیوں نے انکار حدیث سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر فلسفے کو اسلام میں داخل کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے عقل کی غیر محدود رسائی کو مانا۔ اور اپنی ہی عقل کو ہر سچائی کی کسوٹی قرار دے دیا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسانی عقل تمام حقائق کو جاننے اور تمام رازوں کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ عقل کے ذریعے اسلام کو سمجھنے پر زور دیتے تھے۔ اور اسلام

کے ہر حکم، ہر قانون اور ہر فیصلہ کو عقل کی کسوٹی پر رکھ کر پرکھتے تھے اور پورا نہ اترنے کی صورت میں رد کر دیتے تھے یا پھر اس کو عقل کے مطابق لانے یا اپنی عقل پر ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے چاہے اس کوشش میں وہ حکم منسوخ ہی کیوں نہ ہو جائے۔

ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہی "وحی" قابل تسلیم ہے جس کی عقل تصدیق کرے۔ گویا ان کے نزدیک وحی عقل کے تابع تھی۔ "اعتزالی کہتے ہیں معتزلہ اس سوال کے سلسلے میں کہ کیا کوئی کام اس لئے اچھا ہے کہ اللہ اس کے کرنے کا حکم دیتا ہے یا وہ کام ہے ہی اچھا اس لئے اللہ اس کو کرنے کا حکم دیتا ہے" ان لوگوں کا جواب یہ تھا کہ کام کی اچھائی اور برائی اپنی جگہ مسلّم ہے۔ کسی کام کو صرف اس لئے اچھا نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔

ان معتزلیوں نے بڑی شد و مد سے یہ غیر ضروری سوال بھی اٹھایا تھا کہ قرآن حروف اور کلمات سے مرکب ہے اور اس طرح پیدا شدہ اور حادث ہے۔ یہ لوگ انسان کو اپنے فعل اور ارادے کا مختار کل سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان پر فلسفے کا رنگ بہت گہرا ہوتا چلا گیا۔ اور آخر کار یہ مذہب سے بالکل بے نیاز ہو کر مابعد الطبیعاتی بحثوں میں الجھ گئے۔ انہی معتزلیوں کے بارے میں لکھے پڑھے لوگوں کے امام تحریک علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خاں فرماتے ہیں:

"مجھے اس بات کا یقین ہے کہ موجودہ کتب سنی، شیعہ اس قابل نہیں کہ بعد تعلیم جدید کسی مسلمان کا اعتقاد قلبی مذہب اسلام پر رہے۔ صرف معتزلیوں کے اصولِ مذہب اور کتابیں کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر موجود نہیں۔ یہی خیال مجھ کو باعث ہوا کہ میں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔

(نگار کا سر سید نمبر صہ ۵۵۔ سر سید اپنے خطوط کے آئینے میں از ڈاکٹر محمد عزیز)

۳۔ فلاسفۂ اسلام

فلاسفۂ اسلام کے نام سے مشہور ہونے والے یونانی فلسفہ سے بہت متاثر تھے۔ یہ مسلمان کم اور فلسفی زیادہ تھے۔ افلاطون اور ارسطو ان کی نگاہ میں معصوم عن الخطا تھے۔ جب کہ افلاطون سقراط کی زبان سے اپنی کتاب "بوتیقا" میں جنون کی چار حالتوں میں پہلا نمبر پیغمبری دوسرا وحی اور تیسرا عشق اور چوتھا شاعری بتاتا ہے۔ آپ خود ہی سوچئے کہ اس طرح پیغمبری اور وحی کا مذاق اڑانے والوں کو معصوم عن الخطا کہنے والے کس قسم کے مسلمان ہوں گے۔ غزالی "تہافتہ الفلاسفہ" کے مقدمہ میں ان فلسفیوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ یونان کے فلسفہ سے اس قدر متاثر ہو جاتے تھے کہ صرف ایک دو کتابیں ہی انہیں اسلام سے پھرانے کے لئے کافی ہوتی تھیں اور یہ اپنے آپ کو صلوٰۃ و صوم جیسی فرض عبادات سے بھی مستثنیٰ کر لیتے تھے اور یہ عذر پیش کرتے تھے کہ اگر اس قسم کے یہ احکام ضروری ہوتے تو افلاطون اور ارسطو کا بھی ان پر عمل ہوتا۔ چونکہ ان کا ان احکام پر عمل کرنا ثابت نہیں اس لئے یہ غیر ضروری ہیں۔ جب کہ یونان کے ان حکماء (فلسفیوں) کے کردار حال کا یہ حال تھا:-

"حکمائے یونان میں سقراط سے بڑھ کر کوئی نہیں مگر کیا یہ وہی نہیں ہے جو بازاری فاحشہ عورتوں سے ارتباط رکھتا تھا اور ان میں ایک پیشہ ور کے فروغ اور کامیابی کے لئے کوشاں رہتا تھا یہی حال یونان کے دوسرے حکما کا تھا۔

(سیرت النبیؐ از سید سلیمان ندوی، جلد چہارم صہ ۶)

۴۔ اخوان الصّفا :-

فلسفے کو بنیادی اہمیت دینے والوں میں ایک جماعت قابل ذکر ہے جو کہ تاریخ میں اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہے۔ برصغیر کے حکمران اکبر کے "دین الٰہی" کی طرز پر یہ لوگ بھی دینِ اسلام کی نئی تدوین کرنا چاہتے تھے۔ یہ صرف یونان کے فلسفے ہی کے پیروکار نہ تھے۔ بلکہ جہاں سے بھی علم ملتا اس کو قبول کر لیتے تھے۔ یہ لوگ ہر طرف سے علم کو جمع کر کے ایک جامع فلسفے کی تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فلسفہ اور مذہب کو ایک کرنے کی بہت کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ فلسفہ کو کچھ نیچے لایا جائے۔ اور اسے سہل بنایا جائے۔ اور دین کو کچھ بلند کر لیا جائے اور اس طرح ان دونوں کو ہم آہنگ کر دیا جائے۔

(نگار پاکستان، سر سید نمبر صہ ۹۱)

۵۔ تصوّف :-

خانقاہیت کے متوالوں نے مسلمانوں کو ان کی ڈگر سے ہٹانے کے لئے دوسری صدی ہجری میں رہبانیت کو تصوّف کا نام دیا۔ اور پھر اس کے ساتھ لفظ اسلام کی پیوندکاری کر کے اسے اسلامی تصوّف کے نام سے مشہور کر دیا۔ اس کا نام ہی نہیں بلکہ اس کے اصول اور ضابطے بھی اسلام سے یکسر مختلف اور اس کے مخالف ہیں۔ اسے دینِ اسلام کا قطعاً کوئی حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ اس کی ضد ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اہل تصوّف، تصوّف کو دین کا مغز کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ اسلام کی پیوندکاری بالکل اسی طرح کی بات ہے جس طرح اس دور میں کچھ لوگوں نے سوشلزم سے پہلے "اسلامی" کا اضافہ کر کے اسے اسلامی سوشلزم کا نام دیا ہے۔ اور کچھ "اسلام پسندوں" نے جمہوریت کے ساتھ "اسلامی" کا سابقہ لگا کر اسے مشرف بہ اسلام کرنے

کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ سوشلزم اور جمہوریت کا اسلام سے کوئی میل نہیں بلکہ تینوں کا صغریٰ، کبریٰ جدا جدا اور باہم مختلف ہے۔ اسلام اللہ کا دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے جس کے اپنے اصول وضوابط ہیں یہ محض ایک لفظ نہیں ہے جس کو اپنی مرضی کے مطابق ہر جگہ استعمال کیا جاسکتا ہو۔

ہر مذہب، قوم، ملک اور ہر دور کے تصوف کا طریقۂ کار ایک ہی رہا ہے البتہ ناموں میں فرق ضرور ملتا ہے۔ ہندوستان میں اسے "ویدانت" اور "یوگ" کا نام دیا جاتا ہے جب کہ اہل یونان اسے باطنیت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عرب میں "رہبانیت" کے نام سے اس کا چرچا تھا اور آج دنیائے اسلام میں یہ "اسلامی تصوف" کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ تصوف بہت پرانی ہے۔ محققین اس کی جنم بھومی چین بتاتے ہیں جب کہ آج کی دنیا میں ہندی تصوف، یونانی تصوف اور اسلامی تصوف کا چرچا عام ہے۔ ان سب میں ہندی تصوف

خوارج وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے انکار کر کے سب سے پہلے غیر مقلد ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا

پرانا ہی نہیں بھاری بھی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی تصوف بھی اسی کے رنگ میں رنگا نظر آتا ہے۔ چنانچہ پروفیسر رواس (ROYCE) اپنی مشہور تصنیف "کائنات اور فرد" جلد اول باب چہارم صـ ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ:-

"صوفیانہ عقائد کی پوری داستان ان (اپنشد) کتابوں میں قلمبند کر دی گئی ہے۔"
(بحوالہ تاریخ تصوف از پروفیسر یوسف سلیم چشتی صـ ۱۷)

صوفی دنیا کے مورخ پروفیسر یوسف سلیم چشتی اپنی کتاب "تاریخ تصوف" میں جسے پنجاب کے محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔ تصوف کی چند خصوصیات جو کہ دنیا کے تمام صوفیانہ عقائد میں یکساں پائی جاتی ہیں۔ بیان کرتے ہیں مثلاً:-

۱۔ "پہلی صدی سے لے کر آج تک صوفیاء کے بنیادی تصورات میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔"
(تاریخ تصوف صـ ۲۸)

۲۔ "مذہب کی طرح تصوف بھی ایک عالمگیر صداقت ہے۔"
(ایضاً: صـ ۱۰)

۳۔ "ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب اور ہر دور کے تصوف کا طریقۂ کار ایک ہی رہا ہے یعنی عشق" (ایضاً صـ ۹)

۴۔ "ہر صوفی وحدت الوجود کا قائل ہوتا ہے" (ایضاً صـ ۸)

۵۔ "صوفی خواہ ہندو ہو یا مسلمان مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔" (ایضاً صـ ۱۰)

۶۔ "وحدۃ مطلقہ سے وصل ممکن ہے یعنی خودی خدا سے واصل ہوسکتی ہے۔" (تاریخ تصوف صـ ۱۱)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں کہ:-

"راقم الحروف اپنے پچاس سالہ تجربات کے بنا پر علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ تصوف کے علاوہ دل و نگاہ کو مسلمان بنانے کی اور کوئی صورت نہیں خود اقبالؔ کا مشورہ بھی یہی ہے۔"

می نروید تخم دل از آب و گل
بے نگاہ از خداوندان دل (ایضاً صـ ۷)

درج ذیل اشعار بھی اسی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتے ہیں:-

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب دیں از نظر (اقبالؔ)

اور.... نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (اکبر الہ آبادی)

شنکر اچاریہ جو کہ ہندو دھرم کا پیروکار تھا اس کی تعریف کرتے ہوئے تاریخ تصوف کا مصنف لکھتا ہے:-

"ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔ اور توحید کے متوالے ان کی تصانیف سے مستفید ہوتے رہیں گے۔"
(تاریخ تصوف صـ ۳۱)

اہل تصوف کے نزدیک:-

"تصوف کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کافر و مومن، ہندو اور مسلمان، کالے اور گورے غرض کہ ہر شخص سے محبت کرنے لگتا ہے۔"

بندۂ عشق از خدا گیر د طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق (اقبالؔ)

تصوف کیا ہے؟

"تصوف اس اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل و دماغ میں خدا سے ملنے کے لئے اس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے کہ اس

کی پوری عقل اور جذباتی زندگی پر غالب آجاتا ہے۔"
(تاریخ تصوف صـ۱)

۲- تصوف کیا ہے؟ "روح انسانی کا اپنی اصل (خدا) سے واصل ہو جانے کا اشتیاق۔" (ایضاً صـ۳)

۳- تصوف کیا ہے؟ "خدا سے ملنے یا اسے دریافت کرنے یا اسے دیکھنے کی شدید ترین آرزو کا دوسرا نام۔"
(ایضاً صـ۳)

قرآن رہے پیش نظر یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیش نظر یہ ہے طریقت
(اکبر الہ آبادی)

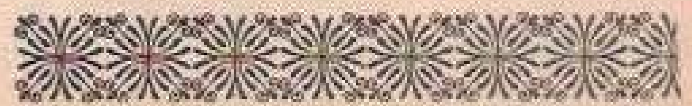
تاریخ تصوف کے حوالے سے احمد بن حنبل کا قول بھی ملاحظہ ہو۔

"لوگوں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ بشر حافی تو عالم دین نہیں ہیں، پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ سے آگاہ ہوں

سکھوں کے مشہور گوردوارہ گولڈن ٹیمپل کا امرتسر میں سنگ بنیاد رکھ کر اسلامی تصوف کے ایک سپوت "میاں میر لاہوری" نے خواجہ غلام فرید کے اشعار پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی

اور بشر حافی اللہ سے واقف ہیں۔ اس لئے ان کا مرتبہ میرے مرتبہ سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے۔"
(تاریخ تصوف: صـ۱۳۲)

"دنیا کے تمام صوفیانہ ادب میں خدا کو محبوب ہی قرار دیا گیا ہے فلوطین، فرفوریس، شنکر، رام نوج، ولبھ اچاریہ، منصور حلاج، شیخ اکبر، مرشد رومی، خواجہ عطار، حکیم عراقی، عارف جامی، حکیم سنائی، بیدل، شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، وارث شاہ، سلطان باہو، بلھے شاہ، رام کرشن، اقبال، پرم ہنس، سب نے خدا ہی کو محبوب حقیقی بنایا ہے۔ اور عشق حقیقی کا نغمہ سنایا ہے۔ یہ سب ایک ہی شمع حقیقت کے پروانے ہیں۔ اور ایک ہی مسلک یعنی مذہب عشق کے مبلغ ہیں۔" (تاریخ تصوف صـ۲۶ - حاشیہ)



"افلوطین (یونانی) شنکر اچاریہ (ہندی) شیخ اکبر (اسلامی) کی تعبیرات میں فرق نظر آتا ہے، نتیجہ یکساں ہے۔ مگر منہاج فکر یعنی (APPROOCH) جداگانہ ہے۔" (ایضاً صـ۲۸)

اہل تصوف حقیقی علم کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ:-

"جب انسان مراقبہ (دھیان) کرتا ہے تو اس پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ ہر شے میں الواحد جلوہ گر ہے۔ یہی حقیقی علم ہے۔ جب تک ہم کثرت کو حقیقی سمجھتے رہیں گے جہالت میں گرفتار رہیں گے۔"
(ایضاً صـ۳۸)

اور حقیقی علم کی تعریف میں ہندی، یونانی اور اسلامی تصوف والے سب ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

"حقیقی علم کی تعریف میں فلاطینوس (یونانی) شنکر اچاریہ (ہندی) شیخ اکبر، سعدی، رومی، بیدل اور اقبال (اسلامی) سب ہم نوا ہیں۔"
(تاریخ تصوف صـ۳۸)

تصوف کی رواداری

یوں تو مذاہب عالم میں سب سے زیادہ رواداری کا مظاہرہ کرنے والا مذہب، ہندو مذہب ہے۔ اس مذہب میں معبودوں کی کوئی قید نہیں۔ لوگ آزاد کر دیئے گئے جس کی چاہیں عبادت کریں۔ جس کے سامنے چاہیں جھکیں۔ حاجت روائی کے منصب پر جسے چاہیں بٹھائیں۔ معبود کی یہاں کوئی قید نہیں۔ حلال حرام کا یہاں سوال نہیں۔ اللہ ہی کی عبادت کا یہاں کوئی پابند نہیں۔ یہاں تک کہ جانور، درخت، چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا یہاں عام ہے۔ ایک پجاری دوسرے کو برا نہیں کہتا۔ پوجا پاٹ میں سب آزاد ہیں۔ لوگ اسی رواداری کو اسلام میں بھی رائج کرنا چاہتے ہیں جب کہ دین اسلام اس سلسلہ میں ایک خط کھینچتا ہے۔ اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ ہی کی عبادت کا پابند کرتا ہے۔ حرام اور حلال کی وضاحت کرتا ہے۔ اچھائی اور برائی میں فرق بتاتا ہے۔ مومن اور کافر کو ایک صف میں کھڑا نہیں کرتا۔ اپنوں اور غیروں میں تمیز سکھاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک خاص صفت کا ذکر کلام اللہ میں موجود ہے۔ اس لئے یہ صفت ہم سب میں ہونا ضروری ہے کہ:-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ ۝

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔" (الفتح: ۲۹)

رواداری میں اہل تصوف بڑے فراخدل واقع ہوئے ہیں

اور یہی ان کی ترقی کا راز بھی ہے۔ ان کے یہاں اپنائیت کے لئے صرف انسان ہونا کافی ہے، بچاری وہ چاہے جس کا ہو۔ اس سے انہیں سروکار نہیں۔ چنانچہ اہل تصوف کا کہنا ہے کہ :۔

"چونکہ ہر شے میں اس کا جلوہ ہے۔ ساری کائنات
اس کی جلوہ گاہ ہے۔ ہر شے سے وہ ظاہر ہو رہا ہے
اس لئے ہر انسان مظہر ذات وصفات ہے۔ اگر ہندو
میں اس کا جلوہ ہے تو مسلمان میں بھی وہی جلوہ گر ہے
اس لئے صوفی جملہ افراد انسانی کو مظہر ذات سمجھ کر سب سے
یکساں محبت کرتا ہے۔ اس لئے وہ مسجد کے علاوہ گرجے
صومعے اور مندر کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔
بلکہ یوں کہتا ہے :۔

رکھ تصدیق نہ تھیں آوارہ ۔ کعبہ، قبلہ، دیر، دوارہ
مسجد، مندر، ہیکڑ دو نور

(خواجہ غلام فرید، بحوالہ تاریخ تصوف صـ ۱۳)

اور سکھوں کے مشہور گوردوارہ گولڈن ٹیمپل کا امرتسر میں سنگ بنیاد رکھ کر اسلامی تصوف کے ایک سپوت "میاں میر لاہوری" نے خواجہ غلام فرید کے مندرجہ بالا اشعار پہ اپنی مہر تصدیق بھی ثبت کر دی۔

(ملاحظہ ہو نگار کا خدا نمبر ۱۹۶۹ء صـ ۹۰)

برصغیر میں فتنۂ انکار حدیث کے مورث اعلیٰ سرسید احمد خاں جنہیں لوگ نیچری بھی کہنے لگے تھے، وہ بھی رواداری میں اہل تصوف سے پیچھے نہیں رہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں سرسید احمد خان کا یہ خط اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو :۔

"حضرت مرزا صاحب کی نسبت زیادہ کد و کاوش
کرنی بے فائدہ ہے۔ ایک بزرگ، زاہد اور ایک
نیک بخت آدمی ہیں۔ جو کچھ خیالات ان کے ہو گئے ہوں،
ہو گئے ہوں۔ بہت سے نیک آدمی جن کو اس قسم کے نیک
خیالات پیدا ہو چکے ہیں۔ ہم کو ان سے نہ کچھ فائدہ
ہے اور نہ نقصان۔ ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا
بسبب ان کی بزرگی اور نیکی کے لازم ہے۔"

(سرسید اپنے خطوط کی روشنی میں، بحوالہ نگار پاکستان سرسید نمبر ۱۹۷۰ء)

مولوی چراغ علی جو کہ سرسید احمد خان کے دست راست اور مذہبی معاملات کے مشیر خاص تھے۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی تصنیف "سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء"۔۔۔ صـ ۲۸ پر لکھتے ہیں :۔

"انہوں نے (مولوی چراغ علیؒ) مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی
"براہین احمدیہ" لکھنے میں مدد دی۔"

رواداری کے سلسلے میں سرسید کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں جو انہوں نے منشی جیون داس کے جواب میں کہے ہیں :۔

"آپ نے جو لفظ ہندو کا استعمال فرمایا ہے وہ میری
رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو میری رائے میں
کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک شخص جو کہ ہندوستان
کا رہنے والا ہو اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے۔"

(بحوالہ نگار پاکستان سرسید نمبر صـ ۸۰)

آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

"میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مثل اپنی دونوں آنکھوں
کے سمجھتا ہوں، اس کہنے کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔
کیونکہ لوگ علی العموم یہ فرق قرار دیں گے کہ ایک کو
دائیں اور ایک کو بائیں آنکھ کہیں گے۔ مگر میں ہندو
اور مسلمان دونوں کو بطور ایک آنکھ کے سمجھتا ہوں۔ لفظ
قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔"

(ایضاً صـ ۸۱)

رواداری کا ایسا ہی ایک منظر دکھانے ہم آپ کو پھر پیچھے لے چلتے ہیں سیارہ ڈائجسٹ کے خصوصی شمارہ (دسمبر ۱۹۸۶ء) "اولیائے کرام نمبر" میں منصور حلاج کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یہ کہتا تھا :۔

"اے اللہ تیری روح اور میری روح یوں اکھٹی ہو گئی
ہیں جیسے آب زلال میں شراب۔"
"جب کسی شے کا لمس مجھے محسوس ہوتا ہے تو اس لمس کا
احساس مجھے بھی ہوتا ہے۔ (صـ ۱۳۷)

منصور حلاج نے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے ابتدائی الفاظ یہ لکھے :۔

"منجانب :۔ ارحم الراحمین ۔ بنام بندۂ خدا۔" صـ ۱۵۱
کسی نے منصور سے پوچھا کہ موسیٰ کے بارے میں کچھ عرض کریں۔
منصور بولے "پیغمبر تھے۔۔۔ برحق خدا کے برگزیدہ پیغمبر۔"
اور جب ان سے فرعون کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ
"وہ بھی سچا تھا۔" (صـ ۱۵۰)

سیارہ ڈائجسٹ کے اولیاء نمبر میں منصور کا یہ جملہ بھی منقول ہے :۔

"میں ہی وجود خداوندی ہوں۔" (صـ ۱۵۱)

باقی صـ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

قسط نمبر ۱

شعبۂ تحقیق
تحقیق و نظر

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا

انیس الدین
لانڈھی کراچی

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو جس قدر نقصان اسلام کے نام لیواؤں نے پہنچایا ہے اتنا غیر مسلم باوجود شدید مخالفت کے بھی نہیں پہنچا پائے۔ "اسلامی تصوف" کے علمبردار صوفیاء نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کرکے دین کی اصل روح یعنی توحید پر پردہ ڈالا اور وحدت الشہود و حلول کے ذریعہ عبد و معبود کے امتیاز کو مٹادیا۔ شریعت کے مقابلہ میں طریقت کو پیش کیا گیا۔ گروہ احبار نے تخمِ دینداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے توحید کو شرک اور ایمان کو کفر سے بدل ڈالا اور تاویل کے خوشنما پھندے سے ایمان و عقیدے کو شکار کیا۔ اسی کوشش میں آیات قرآنی کے انکار پر مبنی دنیاوی قبر کے گڑھے میں مردہ جسم کے اندر قیامت سے پہلے ہی روح کے لوٹائے جانے کا عقیدہ بنایا گیا۔ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد مدینے والی قبر میں زندہ مانا گیا اور ان پر امت کے درود و سلام اور دوسرے اعمال پیش کیے جانے لگے۔ پھر ہر مردہ قبر میں یوں زندہ ہوا کہ دنیا میں اپنے عزیزوں کے اعمال سے باخبر رہنے اور قبر پر آنے والوں کو پہچاننے لگا۔ چنانچہ اس امت کو دینداری کے روپ میں طاغوت پرستی کے دام فریب میں اس طرح جکڑا گیا کہ اصل دین اس کی نگاہوں سے قطعاً اوجھل ہوگیا۔ اور اکثریت شرک کا شکار ہوکر رہ گئی۔ بالآخر اللہ کا غضب بھڑکا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کی دعویدار یہ امت عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہری۔ غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوئی۔ صدیوں کی تاریخ ان نام نہاد مسلمانوں کی ذلت اور خواری کی لرزہ خیز داستانوں سے بھری پڑی ہے۔

ایسے حالات میں اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے بچنے اور اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کی طرف رجوع کرکے اصلاح احوال کی کوشش کی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعوت حق اٹھائی جائے۔ اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف طاغوت کی نشاندہی ہو بلکہ کھل کر اس کا کفر کیا جائے۔ شرک اور کفر کے علمبرداروں اور پجاریوں کے چہروں کو بے نقاب کیا جائے کہ جنہوں نے مکر و فریب کا جال بچھاکر توحید کی جگہ شرک اور ایمان کی جگہ کفر کو مسلط کردیا اور اس طرح اپنے آپ کو اور اپنے اندھے پیروکاروں کو قہر الٰہی کا مستحق بناکر ابدی ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا۔ اس لئے اللہ پر ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ان کے خلاف زبان و قلم اور ہر طرح سے جہاد کرکے اللہ کے وقار کو بلند کیا جائے۔

اصلاح احوال کی غرض سے قبر پرستی کی اصل بنیاد اور قرآن و حدیث کی تکذیب کرنے والے اس عقیدے کے خلاف کہ ہر مردہ قیامت سے قبل اسی دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے جب سے آواز اٹھائی گئی، طاغوت کی نشاندہی کی گئی اور قدآور شخصیات اور بھاری بھرکم ناموں کے حامل افراد کے عقائد و اقوال کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کے کھوٹ کو واضح کیا گیا تو بجائے اس کے کہ اللہ کے وقار کو ترجیح دیتے ہوئے ان باطل عقائد سے بیزاری کا اظہار ہوتا اور طاغوت کا رد کیا جاتا، الٹا اللہ کے مقابلے میں ان شخصیات اور مسالک سے وابستگی اور عقیدت کا اظہار کیا گیا بلکہ ان کے بھرپور دفاع کی روش کو اختیار کیا گیا ہے۔ "اَنا حق پرستی" کا ایک نمونہ ملاحظہ

> یہ بات صحیح نہیں ہے کہ دنیاوی قبر کا عقیدہ دو صدیوں کے بعد پروان چڑھا۔ مردے نہیں جلتے اور عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ عہد رسالت سے اسی طرح چلا آرہا ہے۔ احادیث صحیحہ اور آثار اس پر شاہد ہیں۔ البتہ برزخی قبر کا عقیدہ آج کل نکلا ہے اور اب پروان چڑھ رہا ہے۔ یہ بھی دراصل انکار حدیث ہی کا ایک فتنہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں برزخی قبر کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۔ عکس عبارت: المسلم سلسلہ اشاعت نمبر ۳ صفحہ ۲

اسے کہتے ہیں شوق گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دینا۔ اس طرح اپنے اکابرین کی محبت اور عقیدت میں کتاب اللہ کی آیات تک کو جھٹلا دیا جاتا ہے۔ اللہ کی کتاب گواہی دیتی ہے ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ (المؤمنون: ۱۵، ۱۶)، وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (المؤمنون: ۱۰۰)

دراصل قرآن و حدیث کے خلاف 'قیامت سے قبل مُردوں کے زندہ ہونے کا' عقیدہ اس اُمت کی اکثریت نے اس لئے اپنایا کہ ان کے امام 'مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو' احمد بن حنبل یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عقیدت سے بھرپور مگر اللہ کے خوف سے عاری جسارت کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

۔ جو عقیدہ امام احمد بن حنبل نے تحریر فرمایا ہے وہ تمام امت کا عقیدہ ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کفر ہے، رو قبروں کا ثبوت [illegible] فرمایئے، اللہ اپنے نظریے کی حمایت کا ایک ذریعہ ہے۔

(عکس عبارت، المسلم سلسلۂ اشاعت نمبر ۳ صـ ۳۸)

اب ذرا احمد بن حنبل کے عقیدے پر بھی نظر ڈال لیجئے:۔

احمد بن حنبل کا عقیدہ

والإيمان بمنكر ونكير، وعذاب القبر. والايمان بملك الموت يقبض الأرواح: ثم ترد في الأجساد في القبور، فيسألون عن الإيمان والتوحيد،

(عکس عبارت 'طبقات حنابلہ' جز اوّل صـ ۳۴۴)

ترجمہ:۔ منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے، پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(طبقات حنابلہ، جز اوّل صـ ۳۴۴)

قرآن کے صریح بیان، ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۝ پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آکے رہے گی اس کے بعد قیامت کے روز تم پھر اٹھائے جاؤ گے (المؤمنون، ۱۵، ۱۶) کے خلاف پائے جانے والے اس عقیدے پر قرآن کے حکم، وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ، کے مطابق جب سے گرفت کی گئی ہے اس وقت سے حیات فی القبر کے عقیدے کو ماننے والے، عام طور سے عجیب مخمصے میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ایک طرف اپنے امام، احمد بن حنبل کے اس عقیدے کا اقرار و اثبات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس پر بے یقینی کی کیفیت اور پھر امام صاحب کے دفاع کی فکر کا یہ عالم ہے کہ ان کی مذکورہ بالا عبارت کو غیر معروف اور نامقبول بھی قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے احمد بن حنبل کا عقیدہ "عود روح" اس امت میں ساڑھے گیارہ سو سال سے مقبول عام رہا ہے اور اس کے پھیلنے میں ان کی شخصی حیثیت جو امت میں خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے ہو گئی تھی کا بڑا اثر ہے۔ ان کی یہ تحریر اتنی معروف و مقبول ہے کہ اس کو سارے لکھنے والے ان کے عقیدے کے تحت بیان کرتے آرہے ہیں اور اسی بات کی ترجمانی ابن تیمیہ نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

وأما «رسالة احمد بن حنبل» إلى مسدد بن مسرهد فهي مشهورة عند اهل الحديث والسنة من اصحاب احمد وغيرهم. تلقوها بالقبول.

(عکس عبارت، مجموع الفتاویٰ، ابن تیمیہ، جلد ۵ صـ ۳۹۶)

ترجمہ:۔ اور رہا احمد بن حنبل کا خط مسدد بن مسرھد کے نام تو وہ حدیث و سنت کے اہل علم اور احمد کے اصحاب وغیرہ میں مشہور ہے اور انہوں نے اسکو قبولیت کا درجہ دیا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ، ابن تیمیہ جلد ۵ صـ ۳۹۶)

تحفظ و دفاع امام کے اس منصوبے کو ناکام ہوتے دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ احمد بن حنبل کی اس بات کو ابن تیمیہ (المتوفیٰ ۷۲۸ھ)

سے نہیں بلکہ طبقات حنابلہ کے مصنف (المتوفی ۵۲۶ھ) سے پہلے مشہور ثابت ہونا چاہیے۔ جواب دیا جاتا ہے کہ ان کی یہ بات امت میں ساڑھے گیارہ سو سال سے مقبولِ عام ہے تمام لوگوں نے ان کا یہی عقیدہ بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ اور طبقات حنابلہ کے مصنف سے پہلے اس کے مشہور ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مشہور حنبلی عالم، ابو عبداللہ بن بطہ (پیدائش ۳۰۴ھ، وفات ۳۸۷ھ) نے عقائد پر لکھی جانے والی اپنی مشہور کتاب "الابانۃ" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وقد ذکرھا

ابو عبداللہ بن بطۃ فی کتاب "الابانۃ" (عکس عبارت "مجموع الفتاوی" ابن تیمیہ، جلد ۵ صہ ۳۹۶)

ترجمہ:۔ اور اس (خط بنام مسدد بن مسرہد) کا ذکر ابو عبداللہ بن بطۃ نے کتاب "الابانۃ" میں کیا ہے۔
(مجموع الفتاوی، ابن تیمیہ جلد ۵ صہ ۳۹۶)

ابو عبداللہ بن بطۃ کثیر التصانیف ہیں (کہا جاتا ہے کہ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں[1] ملاحظہ ہوں طبقات حنابلہ، شذرات الذہب وغیرہ) لیکن "کتاب الابانۃ" ان کی پہچان اور شہرت کا سبب ہے، ان کی یہ کتاب بڑی مشہور ہے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل اقتباس ہے۔

عقائد کے متعلق سلسلہ تصنیفات چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں عقائد کے متعلق اور کتابیں لکھی گئیں جن میں ابو عبداللہ بن بطۃ العکبری الحنبلی المتوفی ۳۸۷ھ کی کتاب الابانۃ، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب بن الباقلانی المتوفی ۴۰۳ھ کی کتاب الابانۃ اور کتاب التمہید، استاذ ابوبکر بن فورک المتوفی ۴۰۶ھ کی کتاب التاویلات، حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور اللالکائی کی کتاب السنن، ابوذر الھروی المتوفی ۴۳۴ھ کی کتاب السنۃ، حافظ ابونعیم الاصبہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی کتاب الحلیۃ فی العقیدۃ بہت مشہور ہیں۔

(عکس عبارت "امام ابن تیمیہ"، مصنف "افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری صہ ۱۸۹)

مطالبہ پورا ہونے کے باوجود بھی اقرار کی بجائے انکار کی روش کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ تحفظ و دفاع کے منصوبے کو سرحالت میں کامیاب کرنے کے لئے رُخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ احمد بن حنبل نے مسدد بن مسرہد کو خط لکھا تھا چنانچہ ان مسکت جواب کے باوجود کہ تاریخ اس پر گواہ ہے، ضد اور ہٹ دھرمی کے انداز میں فرق نہیں آتا بلکہ اس پر اصرار بڑھتا ہے کہ احمد بن حنبل کے مسدد بن مسرہد کی طرف خط لکھے جانے کا ثبوت موجود نہیں ہے۔ حالانکہ خود احمد بن حنبل بچاؤ تحریک چلانے والوں کے ہاں معتبر سمجھا جانے والا "علم الرجال کا ماہر" اپنی مایہ ناز تصنیف "تہذیب التہذیب" میں مسدد بن مسرہد کے احوال (ترجمہ) میں، احمد بن حنبل کے مشہور شاگرد عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی (المتوفی ۲۷۴ھ) کی درج ذیل عبارت لاکر ان کے مسدد بن مسرہد کی طرف لکھے جانے والے خط کو ثابت کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے

قال المیمونی سألت

اباعبداللہ الکتاب الی مسدد فکتب لی الیہ و قال نعم الشیخ عافاہ اللہ تعالی

(عکس عبارت "تہذیب التہذیب" جلد ۱۰ صہ ۱۰۹)

ترجمہ:۔ میمونی نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کے لئے خط لکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے اس کی طرف لکھ دیا۔ (تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ صہ ۱۰۹)

---

[1] طبقات حنابلہ جز ثانی، صہ ۱۴۴-۱۵۳ المنہج الاحمد جز ثانی فی تراجم اصحاب احمد صہ ۸۱-۸۵

احمد بن حنبل کے مسدد بن مسرھد کے نام خط کا یہ واضح اور کھلا ثبوت ہے۔ اس ثبوت کے سامنے آنے پر خاموش ہو جاتے ہیں مگر فوراً ہی فن دینداری کا حربہ استعمال کرتے ہوئے بکتے ہیں کہ یہ کوئی اور خط ہوگا۔ جواب دیا جاتا ہے کہ دنیا بھر کے جتنے لکھنے والے ہیں سب نے متفقہ طور پر مسدد بن مسرھد کے نام، احمد بن حنبل کا یہی خط بتایا ہے (اس کے حوالاجات کا یہ مضمون تو کیا یہ پورا مجلہ بھی متحمل نہیں ہوسکتا) مزید برآں تاریخ سے واقف لوگ خوب جانتے ہیں کہ مسدد بن مسرھد کے نام احمد بن حنبل کا بس یہی ایک خط ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ اس سلسلے میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مشہور اہلحدیث محقق شعیب ارناؤوط صاحب جنہوں نے ذھبی کی کتاب "سیر الاعلام النبلا" کو تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے، کا محققانہ فیصلہ بھی پیش کر دیا جائے انہوں نے "سیر الاعلام النبلا" میں موجود عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی کی بات پر حاشیہ دیکر وضاحت کر دی کہ مسدد بن مسرھد کے نام احمد بن حنبل کا یہی خط ہے۔ عبارت مع حاشیہ ملاحظہ ہو۔

وقال أبو الحسن الميموني : سألتُ أبا عبد الله الكتابَ لي إلى

مُسَدَّد ، فكتبَ لي إليه . وقال : نعم الشيخُ عافاهُ الله[٣]

۔۔ (عکس عبارت "سیر الاعلام النبلا" جز ۱۰ صـ ۵۹۲)

ترجمہ:۔ اور ابوالحسن المیمونی نے کہا کہ میں نے ابوعبداللہ (احمد بن حنبل) سے مسدد کے لیے خط لکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے اس کی طرف مجھے لکھ دیا۔ (۳)

(سیر الاعلام النبلا جز ۱۰ صـ ۵۹۲)

اب اس کا حاشیہ ملاحظہ ہو:۔

(۳) انظر طبقات الحنابلة ۱/ ۳٤۱ وما بعدها عکس عبارت "سیر الاعلام النبلا" جز ۱۰ صـ ۵۹۲)

ترجمہ:۔ (۳) اس خط بنام مسدد کے لئے، دیکھو طبقات حنابلہ جز اول صـ ۳٤۱ اور اس کے بعد کے صفحات

سیر الاعلام النبلا جز ۱۰ صـ ۵۹۲

سير أعلام النبلاء

تصنيف

الإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى

٦٧٣ - ٧٤٨ هـ

الجزء العاشر

أشرف على تحقيق الكتاب وخرّج أحاديثه

شعيب الأرنؤوط

حقق هذا الجزء

محمد نعيم العرقسوسي

مؤسسة الرسالة

حمّاد بن إسحاق ، وابنُ عمه يوسف القاضي ، وأبو طلحة الفَسَوي ، وخلق سواهم .

ووقع لي جزء من « مسنده » .

روى يحيى بنُ معين ، عن يحيى بن سعيد القطان قال : لو أتيتُ مُسَدَّداً فحدثته في بيته لكان يستأهل[١] .

قال أحمدُ بن حنبل : مسدَّدٌ صدوق ، فما كتبتُ عنه فلا تفقده[٢] .

وقال أبو الحسن الميموني : سألتُ أبا عبد الله الكتابَ لي إلى مُسَدَّد ، فكتبَ لي إليه . وقال : نعم الشيخُ عافاهُ الله[٣] .

وقال محمدُ بن هارون الفلاس : سألتُ يحيى بنَ معين عن مُسَدَّد ، فقال : صدوق[٤] .

وقال جعفرُ بن أبي عثمان : قلتُ لابن معين : عمَّن أكتُبُ بالبصرة ؟ قال : اكتب عن مُسَدَّدٍ فإنه ثقة ثقة[٥] .

وقال النسائي : ثقة[٦] .

وقال أحمدُ بن عبد الله العجلي : مُسَدَّدُ بن مُسَرْهَد بن مُسَرْبَل بن

(١) في الأصل : « يستأهل » وهو تحريف . والتصويب من « تذهيب » المؤلف ٤/ لوحة ٣٢/ ٩ ، و« تهذيب الكمال » لوحة ١٣١٩ ، و« الجرح والتعديل » ٨/ ٤٣٨ ، و« التاريخ الكبير » ٨/ ٧٢ .

(٢) « الجرح والتعديل » ٨/ ٤٣٨ ، و« تهذيب الكمال » لوحة ١٣١٩ ، وقوله : فلا تفقده ، أي : فلا تفتقده ، وفي « الجرح والتعديل » : فلا تعد عنه .

(٣) انظر طبقات الحنابلة ١/ ٣٤١ وما بعدها .

(٤) « الجرح والتعديل » ٨/ ٤٣٨ .

(٥) « تهذيب الكمال » لوحة ١٣١٩ .

(٦) « تهذيب الكمال » لوحة ١٣١٩ .

اور اب طبقات حنابلہ کے ان صفحات کے عکس آپ کے سامنے ہیں۔

لما أشكل على مسدد بن

مُسَرْهَد بن مُسَرْبل أمر الفتنة ، وما وقع الناس فيه من الاختلاف في القدر ، والرفض ، والاعتزال ، وخلق القرآن ، والإرجاء : كتب إلى أحمد بن حنبل : اكتب إليّ بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم . فلما ورد كتابه على أحمد بن محمد : بكى وقال : إنا لله وإنا إليه راجعون ، يزعم هذا البصري : أنه قد أنفق على العلم مالا عظيما ، وهو لا يهتدي إلى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم . فكتب إليه :

(عکس عبارت طبقات حنابلہ جز اوّل صہ ۳۴۱، ۳۴۲)

ترجمہ:۔ جب مسدد بن مسرھد کو فتنہ کا سامنا کرنا پڑا اور قدر، رفض، اعتزال، خلق قرآن اور ارجاء وغیرہ نت نئے مسائل میں عوام گھر گئے تو انہوں نے احمد بن حنبل کو لکھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لکھ بھیجئے۔ جب ان کا خط احمد بن حنبل کو ملا تو وہ رو پڑے اور فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ بصری سمجھتا ہے کہ اس نے علم پر مال کثیر خرچ کیا ہے اور اسے اللہ کے رسول کی سنت کا پتہ نہیں پھر ان کو خط لکھا۔ (طبقات حنابلہ جز اوّل صہ ۳۴۱، ۳۴۲)

اس طویل خط میں عود روح کی بات بھی ملاحظہ ہو:۔

والإيمان

بمنكر ونكير ، وعذاب القبر . والإيمان بملك الموت يقبض الأرواح : ثم ترد في الأجساد في القبور ، فيسألون عن الإيمان والتوحيد ، (عکس عبارت طبقات حنابلہ جز اوّل صہ ۳۴۴)

ترجمہ:۔ منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے اور پھر ارواح کے قبروں میں جسموں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(طبقات حنابلہ جز اوّل صہ ۳۴۴)

ساڑھے گیارہ سو سال سے اس امر پر امت کا اتفاق ہے کہ احمد بن حنبل کا عقیدہ دنیاوی قبر میں سوال و جواب کے لئے روح لوٹائے جانے کا ہے۔ ابن تیمیہ ہوں یا ابن قیم، دوسرے حنبلی ہوں یا اہلحدیث سب کا اس پر اتفاق ہے۔ اس میں نہ کسی کا اختلاف ہے اور نہ ہی ساڑھے گیارہ سو سال کے طویل عرصے میں کسی نے یہ کہا کہ احمد بن کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ خیال ہے کہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس کی بنیاد پر اس امر متفقہ کو جھٹلایا جا سکے۔

درا صل قرآن و حدیث کے خلاف 'قیامت سے قبل مُردوں کے زندہ ہونے کا عقیدہ اس امت کی اکثریت نے اس لئے اپنایا کہ ان کے امام 'مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو' احمد بن حنبل یہ عقیدہ رکھتے تھے

اب احمد بن حنبل کے تحفظ اور دفاع کا عزم رکھنے والا گروہ کہتا ہے کہ احمد بن حنبل کا عقیدہ (عود روح) صحیح ہے کیونکہ اس عقیدہ کی تائید میں روایات موجود ہیں اور ثبوت میں مسند احمد کی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب موضوع روایت پیش کی جاتی ہے۔ دنیاوی قبر میں ہر مردہ کے زندہ ہونے کا عقیدہ' درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے قبروں میں زندہ ہونے کے مشرکانہ عقیدے

ملاحظہ ہو توحید خالص قسط دوم

کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ طبقات حنابلہ میں شامل "کتاب فیہ اعتقاد الامام المنبل ابی عبداللہ احمد بن حنبل" سے انبیاء علیہم السلام کی قبروں میں زندگی کے بارے میں احمد بن حنبل کا مؤقف بھی پیشِ خدمت ہے

كتاب

فيه اعتقاد الإمام المنبل أبي عبد الله

احمد بن حنبل

رحمه الله ورضي عنه

وكان يقول : إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون ، وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة ، بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس[1] (عکس عبارت، طبقات حنابلہ، جزء دوئم صہ ۳۰۲)

ترجمہ :۔ اور وہ (احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے زائر (اپنی قبر پر آنے والے) کو پہچانتا ہے جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے" طبقات حنابلہ جزء دوئم صہ ۳۰۲
قرآن وحدیث کے خلاف روایات کا احمد بن حنبل کے عقائد پر کتنا گہرا اثر تھا اس کا اندازہ ان کی اس بات سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

وأن النبي صلى الله عليه وسلم قد رأى ربه ، فإنه مأثور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم صحيح

(عکس عبارت، طبقات حنابلہ، جزء اوّل صہ ۲۴۲)

ترجمہ :۔ اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ اپنے رب کو دیکھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت سے منقول ہے"

(طبقات حنابلہ، جزء اوّل صہ ۲۴۲)

(طبقات حنابلہ جزء اوّل صہ ۳۱)

(مناقب الامام احمد بن حنبل، لابن جوزی صہ ۱۷۲)

امام بخاریؒ نے جہاں صحیح بخاری میں احادیث لاکر حیات فی القبر اور اس دنیاوی قبر کے گڑھے میں عذاب کا رد کیا ہے وہاں انہوں نے اس بات کو بھی پکڑا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات لاکر ثابت کیا کہ احمد بن حنبل کی بات منکر ہے ملاحظہ ہو

حدثني يحيى ، قال حدثنا وكيع عن اسمعيل بن ابي خالد
عن عامر عن مسروق قال قلت لعائشة يا امتاه هل راى محمد ربه فقالت لقد قف شعري مما قلت
اين انت من ثلث من حدثكهن فقد كذب من حدثك ان محمدا راى ربه فقد كذب ثم قرأت
لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او
من وراء حجاب ومن حدثك انه يعلم ما في غد فقد كذب ثم قرأت وما تدري نفس ماذا تكسب
غدا ومن حدثك انه كتم فقد كذب ثم قرأت يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك الاية
ولكنه راى جبرئيل في صورته مرتين

(عکس عبارت، صحیح بخاری، کتاب التفسیر)

احمد بن حنبل کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور مُردہ اپنے زائر (اپنی قبر پر آنے والے) کو پہچانتا ہے جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے

ترجمہ۔ ہم سے یحییٰ بن خنق نے بیان کیا کہ ہم سے وکیع نے بیان کیا انہوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے انہوں نے عامر شعبی سے انہوں نے مسروق سے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے ام المومنین؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تمہاری بات سے میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیا تم یہ تین باتیں نہیں سمجھتے کہ جس کسی نے ان کا ہونا تجھ سے بیان کیا اس نے البتہ جھوٹ بولا۔ جس نے تجھ سے کہا کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ اس نے جھوٹ بولا۔ پھر آپ (عائشہ) نے یہ آیتیں تلاوت کیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ[1] وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ[2] اور جس نے تجھ سے یہ کہا کہ وہ جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا؟ اس نے جھوٹ بولا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا[3] اور جس نے تجھ سے کہا کہ انہوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی چیز چھپائی تھی تو اس نے جھوٹ کہا، پھر آپ (عائشہ) نے یہ آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ[4] ......

بلکہ انہوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل علیہ السلام کو دو مرتبہ اپنی اصلی صورت میں دیکھا۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ النجم)

کتاب "مسائل امام احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد" احمد بن حنبل کا دفاع کرنے والے گروہ میں بڑی اہمیت کی حامل اور معتبر سمجھی جاتی ہے کیونکہ ان مسائل کے مؤلف خود ان کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد ہیں۔ اسکے مقدمے کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

وهذه المسائل، للإمام عبد الله ابن الإمام أحمد، سألها لأبيه، أو سمعه يجيب عليها، أو أملاها عليه أبوه من غير سؤال، جمعها ودوّنها بأمانة ملموسة واضحة، فكانت جامعة للفقه السلفي الأحمدي الحنبلي.

(عکس عبارت مقدمہ مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد)

ترجمہ:۔ اور یہ مسائل ہیں امام عبداللہ ابن امام احمد کے جو انہوں نے اپنے باپ سے پوچھے یا ان کو جواب دیتے سنا یا ان کے والد نے بغیر سوال کے ان کو املا کرایا۔ ان کو انہوں نے جمع کیا، مرتب کیا پوری امانت و وضاحت کے ساتھ اور یہ احمدی "حنبلی" سلفی فقہ کے لئے جامع ذریعہ ہو گئی

(مقدمہ مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد)

---

[1] ترجمہ:۔ (اللہ ایسی ذات ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ باریک بین (اور) خبر رکھنے والا ہے (الانعام: ۱۰۳)

[2] ترجمہ:۔ اور کسی آدمی کی یہ تاب نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے...... (الشوریٰ: ۵۱)

[3] ترجمہ۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا...... (لقمان: ۳۴)

[4] ترجمہ:۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے اسکو لوگوں کے سامنے بیان کردو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تم اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر رہے...... (المائدہ: ۶۷)

اس سے قبل "حبل اللہ" کے شمارہ نمبر ۱ میں فتاوی ابن تیمیہ کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ احمد بن حنبل تعویذات کے قائل ہی نہیں بلکہ لکھا بھی کرتے تھے اور اب احمد بن حنبل کا تعویذات کے سلسلے میں مؤقف اور عمل کتاب "مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد" میں سے آپ کے سامنے ہے، ملاحظہ ہو:

مسائل
الامام احمد بن حنبل
رواية ابنه
عبد الله بن احمد
تحقيق
زهير الشاويش
المكتب الإسلامي

كتابة التعويذة للفزع والحمى وللمرأة إذا عسر عليها الولادة

١٦٢٢ - حدثنا : قال : رأيت أبي يكتب التعاويذ للذي يفزع ، وللحمى لأهله وقراباته ، ويكتب للمرأة إذا عسر عليها الولادة، في جام[٢] أو شيء لطيف ، ويكتب حديث ابن عباس[٣] ، إلا أنه كان يفعل ذلك عند وقوع البلاء ، ولم أره يفعل هذا قبل وقوع البلاء ، ورأيته يعوذ في الماء ويشربه المريض ، ويصب على رأسه منه . . . .

١٦٢٣ - حدثنا : قال : قرأت على أبي - رحمه الله - يعلى بن عبيدة[٤] ، قال : حدثنا سفيان ، عن محمد بن أبي ليلى ، عن الحكم ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس قال : إذا عسر على المرأة ولادتها فلتكتب : بسم الله الذي[١] لا إله إلا هو[١] الحليم الكريم ، سبحان الله رب العرش العظيم ، الحمد لله رب العالمين ، ﴿ كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا إلا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك إلا القوم الفاسقون[٢] ﴾ قال أبي : وزاد فيه وكيع : وينضح ما دون سرتها .

عکس عبارت مسائل احمد روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد ص ۴۴۷، ۴۴۸

ترجمہ:۔ تعویذ لکھنا گھبراہٹ کے لئے، بخار کے لئے اور خاتون کے عسرِ ولادت کے لئے:

عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد کو تعویذ لکھتے دیکھا، اس کے لئے جو گھبراہٹ ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بخار کے لئے، اپنے گھر والوں اور قرابت داروں کے لئے اور تعویذ لکھتے خاتون کے لئے پیالے میں عسرت ولادت کے لئے یا کسی دوسری شے لطیف پر اور وہ ۔ ۔ ۔ لکھتے ابن عباسؓ کی حدیث سوائے اس کے کہ وہ مصیبت کے واقع ہونے کے قریب ایسا کرتے تھے، اور میں نے ان کو مصیبت کے وقوع سے قبل ایسے کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پانی میں تعوذ کرتے تھے اور اس کو مریض پی لیتا تھا اور اس میں کچھ سر پر ڈال لیتا تھا

عبداللہ بن احمد نے کہا، میں نے اپنے والد کے سامنے پڑھا ۔ ۔ ۔ ابن عباس سے روایت ہے، فرمایا کہ جب عورت کو ولادت کے وقت دشواری ہو تو یہ لکھو۔

: بسم الله الذي[١] لا إله إلا هو[١] الحليم الكريم ، سبحان الله رب العرش العظيم ، الحمد لله رب العالمين ، ﴿ كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا إلا ساعة من نهار بلاغ فهل يهلك إلا القوم الفاسقون[٢] ﴾

میرے والد نے کہا، اور وکیع نے یہ اضافہ کیا کہ پھر ولادت ہو جاتی تھی

(مسائل احمد روایۃ ابنہ عبداللہ بن احمد ص ۴۴۷، ۴۴۸)

باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

ساڑھے گیارہ سو سال سے اس امر پر امت کا اتفاق ہے کہ احمد بن حنبل کا عقیدہ دنیاوی قبر میں سوال وجواب کے لئے روح لوٹائے جانے کا ہے۔ ابن تیمیہ ہوں یا ابن قیم، دوسرے حنبلی ہوں یا اہلحدیث، سب کا اس پر اتفاق ہے



مسلمان کی قومیت

تحریر: لیفٹیننٹ (ریٹائرڈ) ارشد

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔ (سورہ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

خالق کائنات نے اپنی آخری کتاب مقدس میں جو انسانوں کی ہدایت کے لئے اتاری گئی ہے۔ انسانوں کو نہایت اہم اور اصولی حقیقتوں باخبر کیا ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت سے تمہاری پوری نوع وجود میں آئی ہے اور آج تمہاری جتنی نسلیں ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھی۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ ایک ہی تمہارا خالق و مالک، مشکل کشا اور مجیب الدعوات ہے۔ لہٰذا وہی اکیلا معبود ہونا چاہئے اور ہے۔ ایک ہی مادہ تخلیق سے تم بنے ہو۔ ایک ہی طریقے سے پیدا ہوئے ہو۔ یہ گھٹیا اور بڑھیا خاندان تم نے خود بنا لئے ہیں اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ساتھ بیشمار خاندان بنے اور پھر خاندانوں سے قبائل اور اقوام وجود میں آئیں اور زمین کے مختلف خطوں کے حالات اور ضروریات زندگی مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف پیشے اختیار کئے گئے۔ کسی نے کپڑے بنائے کسی نے جوتے اور کسی نے سامان تیار کیا۔ اور کسی نے کھیتی باڑی سنبھال لی۔ اور اس طرح رب العالمین نے اپنی مخلوق کے لئے زندگی گزارنے کے وسائل فراہم کئے۔ خالق نے جن انسانی گروہوں کو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف ان کے درمیان باہمی تعارف اور تعاون کی فطری صورت ہی تھی۔

انسانوں کو چاہئے تھا اپنے مالک کے اس احسان کا اعتراف کر کے اس کا شکریہ ادا کرتے۔ مگر یہ ایک شیطانی سازش تھی کہ جس چیز کو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت نے تعارف کا ذریعہ بنایا تھا۔ اسے تفاخر اور تنافر کا ذریعہ بنا لیا گیا اور پھر نوبت ظلم و عدوان تک پہنچا دی گئی۔ اس کے لئے فلسفے گھڑے گئے۔ مذاہب ایجاد کئے گئے۔ قوانین بنائے گئے۔ اخلاقی اصول وضع کئے گئے۔ پھر قوموں اور سلطنتوں نے اس کو اپنا مستقل مسلک بنا کر صدیوں اس پر عمل کیا ہے۔ یہودیوں نے اسی بناء پر بنی اسرائیل کو اللہ کی چیدہ مخلوق ٹھہرایا۔ جیسے آج سید برادری والے اپنے لئے آل رسولؐ کا سہارا لے کر دوسروں سے عزت کروانے کے خواہشمند نظر آتے ہیں حالانکہ آل رسولؐ ان کی اولاد نہیں بلکہ ان کے پیروکار ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں ورن آشرم کو اسی تمیز نے جنم دیا جس کی رو سے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی۔ اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا۔ جیسے آج راجاؤں، کمہاروں، سیدوں، مجوسیوں، شیخ، جولاہوں، موچیوں اور چوہڑوں کی حد بندیاں کی گئی ہیں۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ فام لوگوں پر جو ظلم ڈھائے۔ یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی تہہ میں بھی یہی تصور کارفرما رہا ہے۔ نازی جرمنی کا فلسفہ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور پچھلی جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھا چکا ہے انہیں نگاہ میں رکھا جائے تو آدمی بآسانی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کیسی زبردست اور تباہ کن گمراہی ہے جس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت نازل

ہوتی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا۔ برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابل قدر ہے۔ اور جس کا حال اس کے برعکس ہو یعنی اللہ سے نہ ڈرنے والا یا اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی ڈرنے والا، کسی اور کا شکریہ ادا کرنے والا اور غائبانہ مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارنے والا۔ جیسے آج یہ کلمہ گو پکارتے ہیں۔ یا علی مدد۔ یا رسول مدد۔ اور غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ گیارہویں اور میلاد کی شکل میں، علَم اور جھنڈوں کی شکل میں تو ایسے لوگ بہر حال پست درجے کے انسان ہیں چاہے وہ کالے ہوں یا گورے، خوب صورت ہوں یا بدصورت، مرد ہوں یا عورت۔ مشرق کے ہوں یا مغرب کے۔ اللہ نے ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ۝ ثم رددنٰہ اسفل سٰفلین ۝ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون ۝

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (التین:۔ ۴ - ۶)

آپ اگر غور کریں تو یہ بات واضح ہے کہ اللہ نے پوری انسانیت، آدم علیہ السلام سے لے کر یوم قیامت کے آخری انسان تک ان میں سے صرف ان لوگوں کو ذلت و رسوائی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جنہوں نے ایمان قبول کر کے نیک اعمال کئے ہیں نا کہ کسی نبیؑ، ولی، شہید یا کسی دولت مند اور اونچے خاندان سے نسبت کی وجہ سے کیونکہ پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں۔ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ ان کے نفع و نقصان کا مالک اور مشکل کشا ایک ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کا احسان نہ کبھی رہا ہے اور نہ رہے گا۔ لہٰذا مشکل میں اسی سے براہ راست بغیر کسی واسطے وسیلے کے دعا مانگنی چاہیئے۔ اور نعمت ملنے پر صرف اسی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے نذر و نیاز کرنی چاہیئے جو کہ مالی عبادت ہے۔ چونکہ انسان کا مادۂ پیدائش ایک ہے اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کا کسی خاص ملک، قوم یا برادری میں پیدا ہونا اللہ کی مشیت ہے جس میں انسان کے اپنے ارادہ و انتخاب اور اس کی اپنی سعی و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے ہر دور میں انبیاء بھیجے اور کتابیں اتاریں جن میں یہی تعلیم تھی لیکن شیطان جو انسانیت کا کھلا اور بڑا دشمن ہے اس راستے میں آڑے آتا رہا اور انسان اس کے چکر میں آ کر اپنے مہربان مالک کی ہدایت کو نہ صرف فراموش کرتے رہے بلکہ اس میں تحریف تک سے باز نہ آئے۔ اور تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتے رہے جو کہ شرک ہے۔ اس کے بعد بھی اللہ کی رحمت نے منہ نہ موڑا بلکہ اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تعلیم دی اور جو کتاب اتاری اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا۔ یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں رہیں۔ بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر برادری عملاً قائم کر کے دکھا دی جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں۔ جس میں اونچ نیچ اور چھوت چھات اور تفریق و تعصب کا کوئی تصور نہیں۔ جس میں تمام انسان بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصول کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی شکل دی گئی اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتی۔ صرف اور صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے روئے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ملا کر ایک امت بنا دیا ہے۔

یہ حقائق جو قرآن کی مختصر آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کو اپنے مختلف خطبات اور ارشادات میں زیادہ واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ کے بعد آپؐ نے تقریر میں فرمایا:۔

الحمد للہ الذی اذھب عنکم عبیۃ الجاھلیۃ وتکبرھا۔ یا ایھا الناس الناس رجلان بر تقی کریم علی اللہ وفاجر شقی ھین علی اللہ الناس کلھم بنو آدم وخلق اللہ آدم من تراب۔ (بیہقی فی شعب الایمان۔ ترمذی)

ترجمہ:۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا ہے۔ لوگو! تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے۔ دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:۔

لوگو! خبردار تم سب کا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے

پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بتاؤ میں نے تمہیں بات پہنچا دی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسُول اللہ فرمایا:۔ اچھا تو جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے جو موجود نہیں ہیں۔ (کتنا صاف پیغام دیا کہ میں ہر جگہ موجود نہیں ہوں اور نہ ہوں گا)

(بیہقی)

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا:۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ (بزاز)

ایک اور حدیث میں فرمایا:۔ اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار (اللہ سے ڈرنے والا) ہو۔ (ابن جریر)

ایک اور حدیث میں ہے:۔ اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

(مسلم - ابن ماجہ)

اسلام انسان کو وطن پرستی اور قوم پرستی اور خون کے رشتوں سے پہلے اس اوّلین رشتے سے جوڑتا ہے جو ان سب کو اپنے مالک سے جوڑتا ہے۔ اگر انسان کا اپنے مالک وخالق سے۔ عابد ومعبود کا۔ غلام و آقا کا رشتہ مضبوط نہیں تو خون کے رشتوں اور علاقائی تعلق کی کوئی حقیقی اہمیت نہیں رہتی۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا۔

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجا لاؤ۔ (سورۃ العنکبوت) اللہ کی نظر میں ملک و قوم اور اہل وعیال پر قربان کیا ہوا ایمان کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے بلکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اسے بچانے کے لئے ملک وقوم اور اہل وعیال تک کو اس پر قربان کر دیا جائے۔ قرون اولیٰ کے ہمت ورروں نے یہ کر دکھایا؟

سورۃ الکہف میں فرمایا:۔ ترجمہ:۔

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارا ربّ تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو (مشکل کشائی، حاجت روائی کے لئے) نہ پکاریں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو بالکل بے جا بات کریں گے۔ یہ ہماری قوم تو ربّ کائنات کو چھوڑ کر دوسرے الٰہ (گنج بخش۔ دستگیر۔ داتا۔ غوث۔ مشکل کشا) بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ اپنے اس عقیدے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ آخر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اب جب کہ تم ان سے اور معبودان غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو تمہارا ربّ تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لئے سروسامان مہیا کرے گا۔ (الکہف ۱۳ - ۱۶)

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ یہی کام آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے عرب کے جوان ہمت مردوں اور عورتوں نے کیا اور مدینہ میں مسلم ریاست وجود میں آئی۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے کبھی بھی یوم مدینہ نہ منایا جیسے آج کل یوم چین، یوم بھارت اور یوم پاکستان منایا جاتا ہے کیونکہ وہ وطن پرست نہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ شدت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسلام کسی مخصوص خطۂ زمین کا مذہب نہیں بلکہ یہ اللہ کا دین ہے اور ساری کائنات کا مذہب ہے۔ اسلام کی نظر میں مسلمان کا کوئی وطن نہیں ہے سوائے اس جگہ کے جہاں صرف اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اور لوگوں کے آپس میں معاملات اور رشتے ناطے اور دوستیاں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے ہوں۔ مسلمان کی کوئی قوم نہیں ہے سوائے اس گروہ کے جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ انبیاء، شہدا اور اولیاء اور صالحین اللہ کی ذات اور صفات میں ذرہ برابر شریک نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ کوئی اس کی ذات کا ٹکڑا نہیں۔ اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی وہ نور کا ہے۔ وہ تو بے مثل ذات ہے اور نور اس کی مخلوق ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی قوم وخطۂ زمین سے ہو۔ اس حیثیت سے اس خطۂ زمین کے اندر رہنے والی جماعت مسلم کا ایک رکن ہے۔ مسلمان کو اپنے ماں باپ۔ بہن بھائی۔ بیوی بچوں اور خاندان سے دلی محبت نہیں ہو سکتی۔ جب تک ان کے اندر وہ بنیادی اور اولین رشتہ قائم نہ ہو جو ان سب کو اپنے مالک سے جوڑتا ہے جو انسانوں کا بادشاہ حقیقی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو دوست بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ (توبہ: ۲۳)

اللہ کے نزدیک ایمان باللہ ہی وہ رشتہ ہے جو ایک دوسرے میں حقیقی محبت پیدا کرتا ہے۔ جب ایمان اور عقیدہ کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو نسب ورحم کے رشتے نہ بھی ہوں تو اللہ کے ارشاد کے مطابق:۔

اِنَّمَا المومنون اخوۃ۔ یعنی تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔

(الحجرات آیت ۱۰)

دوسری جگہ فرمایا اور (وہ اللہ ہی تو ہے جس نے مومنوں کے دل

ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے ہیں۔ اے محمدؐ اِگر تم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔ یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔

(انفال ۶۳)

قرآن میں مختلف انداز سے مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ اصل رشتہ ایمان کا ہے اور صرف یہی رشتہ ابدی زندگی میں برقرار رہے گا۔ رسول اللہ کے فرمان کے مطابق جب اللہ کے لئے محبت اور صرف اللہ کے لئے بغض اور دشمنی ہو جائے تو ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ ایمان کے مقابلے میں خونی رشتے کے بے وقعت ہونے کی مندرجہ ذیل مثالیں دی جارہی ہیں۔ لہٰذا ایک مومن کو خونی رشتوں، برادری اور سرزمین کی خاطر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہیئے۔

سورہ ھود آیات ۴۵ ، ۴۶ ، ۴۷

ترجمہ :۔ اور نوحؑ نے اپنے ربّ کو پکارا۔ کہا اے ربّ میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے (کہ تیرے گھر والوں کو بچا لوں گا) اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ اے نوحؑ! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے لہٰذا تو اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنالے۔ نوحؑ نے فوراً عرض کیا۔ اے میرے ربّ میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

سورہ بقرہ آیت : ۱۲۴

ترجمہ : اور یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس (اللہ) نے کہا کہ میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے۔ اس نے جواب دیا میرا وعدہ ظالموں کے لئے نہیں ہے

سورہ مریم آیت : ۴۸

ترجمہ :۔ (ابراہیم نے کہا) میں آپ لوگوں کو چھوڑتا ہوں اور ان ہستیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو۔ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ ہوں گا

سورہ تحریم آیت : ۱۰ ، ۱۱

ترجمہ :۔ کافروں کی عبرت کے لئے اللہ نوحؑ کی عورت اور لوطؑ کی عورت کی مثال دیتا ہے۔ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔ ان دونوں نے ان سے خیانت کی مگر اللہ کی گرفت سے دونوں کے شوہران کو نہ بچا سکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جاؤ دوسرے لوگوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اور اہل ایمان کی نصیحت کے لئے اللہ فرعون کی بیوی کی مثال دیتا ہے جب کہ اس نے دعا کی۔ اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھ کو فرعون اور اس کے کردار بد سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی نجات دے۔

قربان جایئے ایک خاتون کے حوصلے پر کہ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے سامنے صرف اللہ کے بھروسے پر اور اس کے وقار کے لئے ڈٹ گئی۔ حیرت ہے ایسے لوگوں پر جو ایمان کا دعویٰ بھی کریں اور اس ایمان کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے سے کترائیں اور عذر یہ پیش کریں کہ بھائی برادری کا معاملہ ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ برادری کی خوشی غمی تو نہیں چھوڑی جاسکتی اس طرح دنیا کے کام نہیں چلتے۔ تو مالک کہتا ہے کہ تم فریب کار لوگ ہو کبھی دنیا کے کام بھی رکے ہیں۔ تمہارے اندر کے لوگ تمہیں ایسی مثالیں پیش کر چکے ہیں کہ۔ تم سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ ان سے پہلے اصحاب کہف نے ایسا ہی کیا۔ اور ان سب لوگوں نے کوئی انوکھا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا بلکہ صدیوں پہلے میری راہ کے مسافروں نے بھی یہی کیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی بھی دوسرا طریقہ اور راستہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔

سورۂ ممتحنہ آیت : ۴

ترجمہ :۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے دو ٹوک کہہ دیا کہ ہم کو تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا بندگی کرتے ہو ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم تمہارے (معبودوں اور شرکیہ عقائد) کو بالکل نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو گئی ہے یہاں تک کہ تم صرف اللہ پر ایمان لے آؤ۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہی رویّہ اسلامی انقلاب کا واحد طریقہ کار ہے اور یہ صرف الفاظ کی حد تک محدود نہیں بلکہ اللہ نے ہر دور میں چھوٹے یا بڑے پیمانے پر اسے عملی جامہ پہنا کر دکھایا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ کی اسی سنت کے مطابق اسلامی انقلاب کی تحریک کا آغاز کیا تو ہزاروں مسائل کو چھوڑ کر صرف ایمان باللہ کی بنیاد کے اوپر قوم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ تیرہ سالہ مکی دور میں ایک بگڑی ہوئی مسلمان قوم کو ایمان کی دعوت دی گئی۔ جو اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر سمجھتے تھے۔ پھر اس راستے میں کیا کچھ نہیں بیت گیا۔ لیکن وہ اللہ کے بندے تھے، ڈٹے رہے تو اللہ پاک کی مدد سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آیا۔ جس کے قیام کے طریقہ کار کو قیامت تک کے لئے اللہ نے پسند

فرمایا۔ اور اس قائد اعظم کی زندگی کو قیامت تک کے لئے ایک نمونہ ہونے کا شرف بخشا۔

لیکن شیطان کو یہ کب گوارہ تھا کہ انسانیت خالص اللہ کی بندگی کرے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اس ازلی دشمن نے مالک کے دربار میں چیلنج کیا تھا کہ مجھے یوم جزا تک مہلت دے تو میں ثابت کر دوں گا کہ اکثریت تیری ناشکر گزار ہو گی۔ سوائے تیرے خالص بندوں کے۔ مالک نے جواب دیا تھا کہ یہ سیدھا راستہ (صراط مستقیم) ہے یعنی صرف میری خالص بندگی کا۔ اس سے ہٹ کر جو چلے گا تو تیرے سمیت اسے جہنم کی خوشخبری ہے۔ تو کچھ عرصہ تو اس کی نہ چلی جب تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے تربیت یافتہ موجود رہے۔ لیکن تیسری صدی ہجری میں ایک عالم نے قرآن کے خلاف یہ عقیدہ پیش کیا کہ قبر میں مرنے کی روح واپس آجاتی ہے۔ پھر کیا تھا۔ یہ نظریہ پھیلتے پھیلتے یہاں تک پہنچا کہ آج ہمکو ہر طرف غیر اللہ کی پکار اور دہائی سننے میں آتی ہے۔ یا پیر کرامت کھری۔

محی الدین چشتی، پار لگا کشتی۔ یا داتا گنج بخش۔ یا علی مدد۔ بھر دو جھولی میری یا محمدؐ۔ اور رب کو بالکل فراموش کر دیا گیا۔ اور اگر اس سے کچھ مانگا بھی گیا تو مشرکانہ طریقے سے کہ اپنے نبیؐ کے صدقے۔ حسنؓ حسینؓ کے صدقے۔ پھر اس سے بیٹے لگے۔ قبریں پکی کی گئیں۔ مزار و گنبد بنائے گئے۔ تعویذ گنڈے کے بیوپاری میدان میں آئے اور شرک کی فیکٹریوں اور کارخانوں کے مالک بنے اور دینداری نے خالص دکانداری کی شکل اختیار کر لی۔ اور احبار و رہبان دین کے ذریعہ کمانے کھانے لگے۔

اس اکیلے مالک کا ہزار شکر کہ اس کی رحمت پھر بھی نہ روٹھی۔ اور ایک بار پھر ساون کی گھٹائیں کر برسی۔ کہ اس گئے گزرے دور میں اپنے ایک بندے کو علم و عمل کی توفیق بخشی جو دعوت اسلامی کو عملی جامہ پہنانے کے عزم کو لے کر اٹھا۔ اور تمام فریب کاروں کے منہ بند کر دیئے جو کہتے ہیں کہ اب انبیاءؑ والی دعوت اٹھانا ممکن نہیں ہے۔ مصلحت سے کام لے کر پہلے اقتدار حاصل کر لو پھر اسلامی قانون نافذ کرو چاہے اس کے لئے قبروں پر چادریں چڑھا کر کفر و شرک اختیار کرنا پڑے۔ اس اللہ کے بندے نے گلیوں بازاروں، بسوں ٹرینوں اور ہر جگہ "الحکم اللہ الواحد" کی مبارک آفاقی آواز کو بلند کیا اور اس کے لئے اپنی جان و مال کو پیش کیا اور قوم کو خبردار کیا کہ شرک کی وجہ سے ایمان تمہارا برباد ہے ظالمو! واپس لوٹو۔ یہ تقریباً بیس سال پہلے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانیؒ کی آواز تھی۔ سعید روحیں اسے قبول کرنے لگیں۔ اور دن رات کی جانگسل مخلص محنت سے رنگ و نسل اور زبان و قومیت سے پاک تنظیم قائم ہو گئی اور اس نے ملک کے ہر علاقے میں قدم جمائے۔ اور اب اپنے مالک کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس بگڑی ہوئی مسلمان امت کو ایمان کی دعوت دی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس تنظیم کی بنیاد ہی طاغوت کے کفر اور اللہ پر ایمان پر رکھی گئی ہے کہ لوگو! اللہ پر ایمان لانے سے پہلے طاغوت (گمراہ کرنے والے مولوی، پیر، صوفیاء وغیرہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر صاحبؒ کی کتاب ایمان خالص قسط اول و دوم) کا کھل کر کفر کرو۔ تب تمہارا ایمان اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل کرے گا۔ تو جہاں اس کے مخلص بندے آخرت کے پیچھے طلب گار اس تنظیم میں شامل ہوئے وہاں کچھ طاغوت کے پرستار بھی ایمان کی لذت لینے کے لئے شامل ہوتے رہے لیکن مالک نے ایک جسم میں دو دل تو نہیں رکھے کہ ایک دل میں مالک کی محبت اور دوسرے میں طاغوت سے پیار ہو اور گاڑی چلتی رہے! جب یہ ہو نہ سکا اور نادان ایک ہی دل میں مالک اور طاغوت کی محبت کو جمع کرنے کی کوشش کرتے رہے اور یہ بھول گئے کہ ایک وقت میں آدمی مومن ہوتا ہے یا کافر۔ یہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس تنظیم میں شامل ہوئے کہ پہلے اپنی شخصیت کو منواؤ۔ پھر جب کم علم والے لوگ آنکھیں بند کر کے تمہارے پیچھے چلنا شروع کر دیں تو اپنے اصلی مشن یعنی طاغوت کے دفاع کے لئے اپنی جان و مال سے جہاد کرو۔ لیکن جیسے جیسے انہیں پتہ چلتا گیا اور --- یقین ہوتا گیا کہ ان کے منصوبے کارگر ثابت نہیں ہو رہے تو وقتاً فوقتاً راہ فرار اختیار کرتے رہے اور تنظیم ایسے گندے انڈوں سے پاک ہوتی رہی اور سچے ایمانداروں کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہوتا رہا۔ اور دل ٹھک گیا کہ مالک کی بات سچی ہے کہ میں سچوں اور جھوٹوں کو علیحدہ کر کے رہوں گا۔

اور یہ بھی مالک کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اب بھی جہاں دعوت الی اللہ کے کام کو تیز اور منظم کرنا ہے وہاں ان آستین کے سانپوں پر بھی کڑی نگاہ رکھنی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہم مسلمانوں میں دن رات اتفاق کے خواہاں ہیں اور اس کے لئے دعائیں مانگتے ہیں لیکن موقف میں ذرہ برابر تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چاہے پوری زندگی میں ایک ہاتھ بھی ہماری حمایت کے لئے نہ اٹھے۔ اللہ گواہ ہے کہ کسی سے بھی ذاتی دشمنی ہے نہ دلچسپی۔ صرف اور صرف اپنے آپ کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچانے کی فکر ہے۔ ہمارا مالک ہم سب سے زیادہ اپنی مخلوق کا خیر خواہ ہے۔ اس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے دین اسلام کو غالب کر کے رہے گا۔ کیا عجب کہ ہم سے مالک وہ کام لے لے۔ اس لئے خوب سوچ سمجھ کر ساتھ چلئے۔ یہ معاملہ لین دین کا نہیں ہے۔ یہ ایمان ہے کوئی پیرہن تو نہیں کہ جب جی میں آیا پہن لیا اور جب جی اکتا جائے اتار پھینکا۔ آپ ساتھ چل کر تو دیکھیں کہ اگر کوئی ذاتی غرض ہو یا آخرت کے علاوہ کوئی اور مقصود ہو تو پھر کہنا۔ ہمارا کسی فرقے سے تعلق نہیں ہے۔ ہم صرف اور صرف مسلمان ہیں۔ وہابی۔ دیوبندی۔ بریلوی

شیعہ، اہلحدیث تو ان فرقوں کے اپنے رکھے ہوئے نام ہیں۔ جن کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ اگر کوئی ایسا آدمی شامل ہو جو دنیا والوں کی نظر میں نچلے طبقے کا ہو تو ہمارے ہاں اس کے لئے عزت ہے کیونکہ ساری کی ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسولوں اور ان کے ساتھیوں کو عزت دی، صرف ایمان کی وجہ سے۔ اور جسے مالک ایمان کی وجہ سے عزت دے وہ ہمارے سر کا تاج ہے اور جسے مالک ذلیل کر دے اور طاغوت پرست بنا دے چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو تو خواہ دنیا والے اسے عزت دینے کی کوشش کریں ہم اسے ذلیل سمجھیں گے۔ طاغوت سے باپ مارے کا بیر ہے اور بالکل اسی طرح اگر کوئی ایسا آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو جو دنیا والوں کی نظر میں اونچے طبقے کا ہو تو اسے ہمت کر کے اپنے اس انانیت کے بت کو توڑنا ہو گا۔ تاکہ اللہ کی راہ کے یہ دیوانے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر استقامت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے مرحلے سے گزر کر اللہ کی رحمت کے اعلیٰ مرحلہ قتال فی سبیل اللہ تک پہنچیں اور جان کی آخری بازی کھیلیں۔
مالک کا کہنا ہے کہ ہم یہاں تک لے جاتے ہیں۔ تم نے مذاق سمجھا ہے۔ یہ کوئی مداری کا کھیل نہیں ہے۔ ہمارے ہاں امیر غریب اور اونچ نیچ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صرف خالص ایمان کی شرط ہے اور ایمان یہ کہ طاغوتوں سے ساز باز کی بجائے ان کے منہ کے اوپر تھوک دو۔ پھر اللہ پر ایمان لاؤ اور نبی کی زندگی کو نمونہ بنانے کی کوشش کرو۔ کوئی کمی ہو تو اللہ سے معافی مانگو۔ اس کے سامنے روؤ۔ گڑگڑاؤ۔ اپنی خواہشات کے مطابق دین کو نہ تو بدلو اور طاغوت تو نہ بنو جیسے وہ بنے ہیں جن کا پول کتابوں میں کھول دیا گیا ہے۔ آپس میں ربط رکھو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔ صرف ایمان کی وجہ سے اور اللہ کے لئے آپس میں رشتے ناطے کرو۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غلط فہمی کو رفع کر دینا بھی ضروری ہے شادی بیاہ کے معاملہ میں اسلامی قانون کفو کو جو اہمیت دیتا ہے اس کو بعض لوگ اس معنی میں لیتے ہیں کہ کچھ برادریاں شریف ہیں اور کچھ کمین اور ان کے درمیان مناکحت قابل اعتراض ہے لیکن دراصل یہ غلط خیال ہے اسلامی قانون کی رو سے شریعت کی حدود میں ایک مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے نکاح ہو سکتا ہے مگر ازدواجی زندگی کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ زوجین کے درمیان عادات، خصائل، طرز زندگی اور معاشی و معاشرتی حالات میں زیادہ سے زیادہ مطابقت ہو تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح نباہ کر سکیں۔ یہی کفاءت کا اصل مقصد ہے جہاں مرد اور عورت کا اس لحاظ سے بہت زیادہ بُعد ہو وہاں عمر بھر کی رفاقت نبھ جانے کی توقع کم ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسلامی قانون ایسے جوڑ لگانے کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ عادات و اطوار میں زیادہ بیّن فرق و اختلاف ہو تو ازدواجی زندگیوں کے ناکام ہو جانے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ بہر حال مختصر یہ کہ شرک کرنے والے کو اپنی بہن بیٹی نہیں دینی ہے۔ جوانی ڈھلتی ہے ڈھل جائے۔ اس سے دنیا برباد ہو گی آخرت تو بچ جائے گی۔
اور ایک مومنہ سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ مشرک کو قبول نہ کرے گی۔
اور بہت درخواتین نے یہ کر دکھایا ہے۔ اس کی تو بہت مثالیں موجود ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی بندیاں اپنے مالک کے وقار کے لئے یہاں تک گئی ہیں کہ اپنے محبوب ترین مشرک شوہروں کو چھوڑ دیا۔ اور اس قدردان رب نے بھی یوں عزت دی کہ ایک عام مومنہ عورت سے اٹھایا اور دنیا کے عظیم انسان کے نکاح میں لا کر ام المومنین بنا دیا۔ مالک سے بڑی امیدیں ہیں۔ بات کچھ طویل ہوتی جا رہی ہے دراصل مضمون ہی اس نوعیت کا ہے کہ ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ وسائل کی کمی کا شدت سے خیال آ رہا ہے کیونکہ ہم پیشہ ور مولوی تو ہیں نہیں کہ صرف لکھنے کے لئے لکھیں اور کسی معاملے میں لوگوں سے پیسے وصول کریں۔ ہم تو سب محنت مزدوری کرتے ہیں اور حق حلال کی کمائی سے دین خالص کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور مالک کا بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایمانداروں کو میرے راستے میں جان و مال سے جہاد کرنا چاہیئے۔ اور مالک نے ہمیں موقع دیا ہے اور امتحان کے میدان میں لا ڈالا ہے اب اس بات کو بغیر کسی خوف کے دنیا والوں کے سامنے لانا ہے۔ اس کے لئے وقت نکالنا ہے۔ اب کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اب ہمارے راستے میں کوئی چیز آڑے نہ آنی چاہیے اور پہلے سے زیادہ سرگرم ہونا چاہیئے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو :-

ترجمہ :- اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں۔ تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (توبہ : ۲۴)

آخر میں۔ میں اپنے لئے بھی اور سارے ایماندار ساتھیوں کے لئے صبر و استقامت کی اور شہادت کی دعا کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اپنی دعاؤں میں مجھے بھول نہ جائیں گے۔ ایک بار پھر آپ کی توجہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جس سے اس مضمون کا آغاز ہوا تھا جس کے آخری حصہ میں نہایت ہی اہم اور بہت ہی قابل غور بات ہے کہ :-
إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ :- یعنی یہ بات اللہ ہی جانتا ہے کہ کون فی الواقع دل سے ایمان کا اقراری اور کون زبان کے پھاگ اڑانے والا فریب کار

ہے ۔ کون فی الواقع اصلاح کرنا چاہتا ہے اور کون فساد ۔ سورہ بقرہ کے شروع میں مالک نے بتا دیا ہے کہ بے شمار ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کرنا چاہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہی لوگ ہوتے ہیں جو فساد برپا کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے مالک کا وعدہ ہے کہ دنیا میں بھی ذلت ان کا مقدر ہے اور آخرت میں بھی ۔ یہ اور بات کہ مالک کسی پر رحم کرنا چاہے اور توبہ کی توفیق دے اور وہ پلٹ آئے ۔ دلوں کو پھیرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے ۔ وہی جانتا ہے کہ فی الواقع کون ایک اعلیٰ درجہ کا انسان ہے اور کون اوصاف کے لحاظ سے ادنیٰ درجے کا ہے ۔ لوگوں نے بطور خود اعلیٰ اور ادنیٰ کے جو معیار بنا رکھے ہیں یہ اللہ کے ہاں چلنے والے نہیں ہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ جس کو دنیا میں بہت بلند مرتبے کا آدمی سمجھا گیا ہو وہ اللہ کے آخری فیصلے میں کم ترین خلائق قرار پائے ۔ اور ہو سکتا ہے کہ جو یہاں حقیر سمجھا گیا ہو وہ وہاں بڑا اونچا مرتبہ پائے ۔ اصل اہمیت دنیا کی عزت و ذلت کی نہیں بلکہ اس ذلت و عزت کی ہے جو اللہ کے ہاں کسی کو نصیب ہو ۔ اس لئے انسان کو ساری فکر اس امر کی ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے اندر وہ حقیقی اوصاف پیدا کرے جو اسے اللہ کی نگاہ میں عزت کے لائق بنا سکیں ۔ مالک سے دعا ہے کہ اپنی عزت کے طفیل ہمیں دنیا و آخرت میں عزت دار کرے ۔ (آمین)

بقیہ: ھود علیہ السلام

سورۃ الحاقۃ میں بیان کیا گیا تھا کہ عاد کو نہایت تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا ۔ جس کو اللہ نے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا جس کے بعد وہ اس طرح گرے پڑے نظر آتے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ۔ (آیات ۶-۷)

اس طرح قوم عاد کو اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور تکبر کا رویہ اختیار کرنے اور ہود علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے باوجود اصلاح پر آمادہ نہ ہونے کی پاداش میں ہلاکت خیز عذاب سے دوچار ہونا پڑا جس سے صرف ہود علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو بچا لیا گیا جبکہ باقی ساری کی ساری قوم تباہ کر دی گئی ۔ اس کے بعد انہی اہل ایمان سے نسل انسانیت کا سلسلہ آگے چلا ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عذاب سے بچائے آمین!



والعٰدیٰت

ہے اس کے نام سے آغاز جو اللہ تعالیٰ ہے
بڑا ہی مہرباں ہے اور نہایت رحم والا ہے

صبا رفتار گھوڑوں کی قسم جو ہنہناتے ہیں
چٹانوں میں شرر جو اپنی ٹاپوں سے اڑاتے ہیں

وہی جو صبحدم یلغار کرتے، گرد اڑاتے ہیں!
صفوں میں دشمنوں کی بے محابا جو در آتے ہیں

ہے بیشک اپنے رب کا سخت احساں ناشناس انساں
ان احسانوں کا شاہد گرچہ خود ہے ناسپاس انساں

بڑی شدت سے مال و زر کی الفت میں گھرا ہے وہ
"مآلِ کار کیا ہوگا" بھلا کب جانتا ہے وہ" ؟

اُسے کیا یہ نہیں معلوم اک ساعت وہ آئے گی
جو مرنے والوں کو قبروں سے باہر کھینچ لائے گی

دلوں کے راز ظاہر کر دیئے جائیں گے سب اس دن
یقیناً خوب واقف ہوگا اُن سے اُن کا رب اُس دن

(بشکریہ ماہنامہ اثر)

تاریخ کے آئینے میں

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسماء بنت ابی بکر

تحریر:- اُمِ جاوید (رفاہِ عام سوسائٹی، کراچی)

اسماء رضی اللہ عنہا کا شمار تاریخ اسلام کی ان چند برگزیدہ خواتین میں ہوتا ہے جن کے ایمان و تقویٰ، ایثار و قربانی اور صبر و استقلال نے مسلم خواتین کے سر فخر سے بلند کر دیئے۔ آپ کو صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ آیئے ذرا تاریخ کے آئینے میں ان سے ملاقات کریں۔

اسماءؓ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور زبیرؓ بن العوام کی بیوی ہیں جو (دونوں ہی) سابقون الاوّلون میں نمایاں مقام رکھنے والے ہیں۔ آپ امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی بہن ہیں۔ آپ کی والدہ قتیلہ بنت عبد العزّیٰ نے دورِ جاہلیت میں ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ آپ کے والد ابوبکر صدیقؓ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند ترین مقام پانے والے ہیں۔ جن کی فضیلت قرآن و حدیث میں "ثانی اثنین فی الغار" اور "صاحبی علی الحوض" (حوض کوثر پر میرے ساتھی) کے الفاظ سے بیان کی گئی۔ جن کو ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران ہر موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور تعاون اور ان کی خدمت کے سلسلے میں ہر طرح کی آزمائش اور تکالیف کو خوش دلی سے انگیز کرنے کی سعادت آپ ہی کا حصہ ہے۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ مال قربان کرکے اور ہر قسم کی مصیبت و پریشانی برداشت کرکے اطمینان قلب محسوس کرنے میں کوئی بھی آپ کی برابری نہ کر سکا۔

اسماء رضی اللہ عنہا کے شوہر زبیرؓ بن عوام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہؓ کے بیٹے اور جرأت و شجاعت کے پیکر حمزہؓ بن عبد المطلب کے بھانجے تھے۔ ایمان و تقویٰ، شجاعت، صبر و استقامت اور سبقت فی الاسلام میں اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زبیرؓ بن عوام کا نمایاں مقام ہے۔ اُن کے چچا نے انہیں دھوئیں سے دم گھونٹ کر اسلام سے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ اللہ کی توفیق سے جمے رہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جب ہر قسم کے خطرات کا بے دریغ مقابلہ کرتے ہوئے **سمع وطاعۃ** کی بہترین مثال پیش کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا "ہر نبیؑ کے حواری ہوتے ہیں اور زبیرؓ میرے حواری (مددگار) ہیں۔" پھر غزوۂ بنو قریظہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا "فداك أبي و أمي" (میرے ماں باپ تم پر قربان)۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں (یعنی وہ ممتاز ہستیاں جن کا نام لیکر زبانِ نبوتؐ نے جنت کی بشارت دی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو اسماءؓ نے سفر کا سامان تیار کیا۔ ان کے لئے کھانا تیار کرکے ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھا اور جلدی میں تھیلے کا منہ بند کرنے کے لئے کچھ نہ ملا تو اپنے "**نطاق**" (وہ رومال یا کپڑا جو اُس زمانے میں عورتیں قمیض کے اوپر کمر پر لپیٹتی تھیں) کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کئے، ایک ٹکڑے سے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔ اسی وجہ سے آپ کو "ذات النطاقین" (یعنی دو کمر بند والی) کے لقب

سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چلتے وقت اپنے ساتھ گھر کی ساری پونجی لے لی تھی کہ نہ جانے راستے میں کیا ضرورت پیش آ جائے۔ ان کے والد ابوقحافہ کو جو نابینا تھے اور اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، جب یہ معلوم ہوا کہ بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کر گیا ہے تو جہاں بچوں کو تسلی دی وہاں تاسف کا اظہار بھی کیا کہ وہ سارا مال لے گیا اور ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ اس وقت اسماءؓ اپنے دادا کو اس جگہ لے جاتی ہیں جہاں ابوبکرؓ اپنا مال رکھتے تھے، ایک کپڑے میں کچھ پتھر ڈال کر پوٹلی کی صورت میں وہاں رکھ دیتی ہیں اور ابوقحافہ کا ہاتھ اس پر رکھ کر مطمئن کر دیتی ہیں کہ ابا جان ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ ہے حُبِّ رسولؐ اور اخلاص فی الدین کا بہترین نمونہ۔

کچھ عرصہ بعد اسماءؓ نے بھی دوسری خواتین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بخاریؒ کی روایت کے مطابق اس وقت وہ حاملہ تھیں مدینہ پہنچنے کے بعد آپ قبا میں مقیم ہو گئیں۔ یہیں پر آپ کے بطن سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ آپ انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اپنی گود میں لیا کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈال دی اور خیر و برکت کی دعا دی۔ عبداللہ بن زبیرؓ سب سے پہلے بچے ہیں جو اسلام میں (ہجرت کے بعد) پیدا ہوئے۔

ہجرت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ قتیلہ آتی ہیں۔ بیٹی کی محبت انہیں مدینے لاتی ہے۔ اب ذرا بیٹی کی محبت کا معیار بھی دیکھئے آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑی ہوئی آتی ہیں اور استفسار فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے مشرکہ ماں کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک اور صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے ماں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا۔

اسماء رضی اللہ عنہا نہایت متواضع اور منکسار تھیں۔ جب آپ کا نکاح زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تو اُن کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسماءؓ عرب کے ممتاز تاجر اور معزز سردار کی بیٹی تھیں لیکن صبر و قناعت کا جو درس باپ کے گھر سے لے کر آئی تھیں اُس پر آخر دم تک قائم رہیں۔ گھر کے اور باہر کے بھی تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ گھوڑے کو خود ہی چراتیں، پانی پلاتیں اور آٹا بھی پیس لیا کرتیں۔ ان کی روٹی انصاری ہمسایہ عورتیں پکا دیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو ایک زمین دی تھی جو دو میل دور تھی۔ اسماء رضی اللہ عنہا وہاں سے کھجوروں کی گٹھڑیاں اپنے سر پر اٹھا کر لاتی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے ذریعے ان کو ایک خادم بھیج دی جس نے کچھ عرصہ محنت مشقت میں ہاتھ بٹایا۔ لیکن بعد میں اُسے بھی فروخت کر دیا اور اس طرح جو رقم ملی اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

غربت و افلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپ تول کر خرچ کرتیں۔ لیکن اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کا بے حد شوق تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں مگر وہ جو میرے شوہر (زبیرؓ) مجھے لا کر دیتے ہیں تو کیا میں اس میں سے صدقہ دے سکتی ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دو جتنا دے سکتی ہو۔ خرچ کرو اور روک کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے روک دیگا۔ چنانچہ اس وقت سے کھلے دل سے خرچ کرنے لگیں پھر مالک نے کشادگی عطا فرمائی۔ آسودہ حالی میں بھی اسماءؓ نے ہمیشہ سادگی ہی کو اپنائے رکھا، البتہ صدقہ خیرات میں بے دریغ صرف کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتیں۔

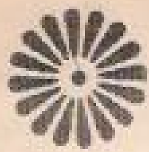
اسماء رضی اللہ عنہا بڑی دلیر اور بے باک خاتون تھیں۔ آخری عمر میں بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) کی شہادت کے موقع پر بڑے حوصلے اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے اُن کی ماں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا بھیجا۔ انہوں نے جانے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ اُس نے دھمکی دی پھر بھی جانے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ خود ان کے پاس آیا اور کہا "تم نے دیکھا کہ میں نے اللہ کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟" اسماءؓ نے فرمایا تو نے عبداللہ بن زبیرؓ کی دنیا بگاڑ دی اور اُس نے تمہاری آخرت بگاڑ دی۔ میں نے سُنا ہے کہ تو عبداللہ بن زبیرؓ کو دو کمر بند والی کا بیٹا کہتا تھا۔ بے شک اللہ کی قسم میں دو کمر بند والی ہوں۔ ایک کمر بند سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے کھانے کا تھیلا باندھا تھا اور دوسرا کمر بند وہ تھا جو ہر عورت کی ضرورت ہوتا ہے، اور سُن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم ہوگا، جھوٹے کو تو میں نے دیکھ لیا ہے اور ظالم میرے خیال میں تو ہی ہے۔" یہ سن کر حجاج نے کوئی جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ حق گوئی آپ کا شعار تھا۔ بیٹے کی شہادت کے دو یا تین ہفتے بعد آپ بھی اپنے رب سے جا ملیں۔

(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

یہ تھیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جوانی اور بڑھاپے میں اللہ کی اطاعت اور حُبِّ رسولؐ کے جذبہ سے سرشار، آخرت کی سرفرازی کی طلبگار، جراتِ ایمانی کی عظیم مثال اور ایمان و تقویٰ کی راہ پر چلنے والیوں کے لئے مشعلِ راہ ـــــ مالک ہم سب کو اور ہماری نسلوں کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

آمین





هود علیہ السلام

تحریر۔ ڈاکٹر طارق الرحمٰن ـــ ماڈل کالونی، کراچی

دُنیا کی سب سے پہلی مشرک قوم جس کی تفصیل اللہ کی کتاب سے ملتی ہے، وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی، جو ساڑھے نو سو سال کی مسلسل دعوتِ حق کے بعد اپنی سرکشی اور نافرمانی کے باعث پانی کے طوفان میں غرقاب کر دی گئی۔ نوح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے کشتی کے ذریعے بچا لیا۔

نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد جس قوم کو عروج حاصل ہوا وہ قوم عاد تھی۔ انہوں نے احقاف کو اپنا مسکن بنایا۔ لغت میں احقاف، ریت کے مستطیل ٹیلوں کو کہا جاتا ہے لیکن اس سے مراد وہ ریگستان ہے جو صحرائے عرب کے جنوب میں یمن، حجاز اور یمامہ کے درمیان واقع ہے۔ اُس زمانے میں یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب اور تعمیر و ترقی کا مرکز رہا ہے کیونکہ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ نے اس قوم کو ہر طرح کی نعمتوں (اولاد، جانوروں، باغات اور چشموں) سے نوازا تھا اور یہاں کی تعمیرات کا بہت شہرہ تھا لیکن اب وہی علاقہ ایک لق و دق صحرا ہے، جس کو دیکھنے کے بعد کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ علاقہ کبھی کسی تمدن کا گہوارہ رہا ہوگا۔

عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے افسانے عرب میں زبان زدِ عام تھے، قدیم عربی ادب میں کثرت سے ان کا ذکر ملتا ہے۔ قوم نوحؑ کی تباہی کے بعد یہی قوم ان کی جانشین بنی۔ اس سلسلے میں ان کو اللہ کی طرف سے کرائی جانے والی یاد دہانی کا ذکر قرآن کے اندر ان الفاظ میں آیا ہے۔
وَاذْكُرُوٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ "اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد اس کا جانشین بنایا اور تمہاری نسل کو زیادہ وسعت اور توانائی بخشی"
(الاعراف: ۶۹)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد اس قوم کے پیشروؤں میں سے کچھ لوگوں نے جنوبی عرب کی طرف ہجرت کی۔ جہاں ان کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل کر عمان سے لیکر حضرموت اور یمن تک پھیل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی ساخت کے اعتبار سے مضبوط تن و توش والی، زور آور اور باصلاحیت قوم کے طور پر اٹھایا۔ چنانچہ ان کے بارے فرمایا۔ اَلَّتِىْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِى الْبِلَادِ ۝ کہ "وہ ایسی قوم تھی، جس کے مانند دنیا کے ممالک میں کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی"
(الفجر: ۸)

رفتہ رفتہ اس قوم کو بڑی قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور ہر طرف اِن کے دبدبہ اور صولت کا چرچا ہوا۔ لیکن جب اللہ کی شکر گزاری کے بجائے انہوں نے سرکشی اختیار کی اور اللہ کے پیغمبر کی یاد دہانی کے باوجود اپنی روش کی اصلاح نہ کی تو پھر دنیا سے ان کا نام و نشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل بن گیا۔

قوم عاد کے عروج، شاندار تمدن اور اُن پر عذاب الٰہی کی تفصیلات قرآن کی مختلف سورتوں الاعراف (آیات ۶۵ – ۷۲)، ھود (آیات ۵۰ – ۶۰)، المومنون (آیات ۳۲ – ۴۱)، الشعراء (آیات ۱۲۳ – ۱۴۰)، الاحقاف (آیات ۲۱ – ۲۶) میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ الفجر

(آیات ۶-۸) حٰم السجدہ (آیت ۱۵) اور الحاقہ (آیات ۶-۷) وغیرہ میں اشارۃً ذکر کیا گیا ہے۔

خالص ایمانداروں کی نسل سے ابھرنے والی اس قوم پر بھی بالآخر شیطان کا وار کارگر ثابت ہوا اور رفتہ رفتہ ان کے اندر بگاڑ کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ دنیا ان کے سامنے اس طرح مزین کر دی گئی کہ اللہ کے احسانات کو انہوں نے فراموش کر دیا اور آخرت کی جوابدہی سے بے نیاز ہو گئے۔ احسان مندی کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے مادی ترقی اور جسمانی قوت پر گھمنڈ کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (حٰم السجدہ ۱۵) "جہاں تک قوم عاد کا تعلق ہے، انہوں نے ناحق زمین پر تکبر کیا اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے بڑھ کر قوت میں"۔

اس طرح جب قوم عاد نے زمین پر فساد برپا کیا، اللہ کے علاوہ دوسرے سہارے پکڑے اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں ہر باغی سرکش اور دشمن حق کی پیروی اختیار کی، تب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ہود علیہ السلام کو ان کی ہدایت کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اللہ نے اپنی کتاب کے ذریعے اس کی خبر دی ہے فرمایا وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (ھود : ۵۰) "کہ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو رسول بنا کر بھیجا"۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید یعنی ایک اللہ کی بندگی کا پیغام دیا کہ اے میری قوم! ایک اللہ کی بندگی کرو، اس لئے کہ اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ (داتا، دستگیر، غوث، مشکل کشا، حاجت روا) نہیں ہے۔ قوم کے اندر پائی جانے والی اصل خرابی کی نشاندہی کر کے واضح طور پر اسکو رد کیا کہ تم شرک کر کے اللہ پر بہتان باندھنے والے ہو، اللہ کے ہاں اس کا کوئی جواز نہیں۔

یہی انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مشترک پیغام ہے، اس لئے کہ شرک اللہ کی زمین پر فساد کی اصل جڑ ہے، اسی سے باقی ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی سنت معروف معنوں میں صرف "مثبت طریقہ" پر اپنی بات پیش کرنا نہیں بلکہ ان کی دعوت کا طریقۂ کار یہ ہے کہ توحید کے اثبات کے ساتھ شرک کا رد کیا جائے، اللہ کی بندگی کے ساتھ طاغوت سے بیزاری کا اظہار کیا جائے اور نیکی کو پھیلانے کے ساتھ برائی کی نشاندہی کر کے اس سے روکا جائے۔

ہود علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو اللہ کے احسانات اور انعامات یاد دلائے کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کا جانشین بنایا، تمہاری آبادی کو پھیلایا، تمہیں مضبوط جسامت اور توانائی سے نوازا ہے، تمہارے استعمال کے لئے مختلف قسم کے جانور پیدا کئے، تمہیں اولادیں عطا کیں، سرسبز باغات اور پانی کے چشموں سے نوازا ہے۔ میری قوم کے لوگو! اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو، اپنے رب سے اپنی غلطیوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹو، وہ آسمانوں سے تم پر اپنی رحمتوں کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت اور شوکت میں مزید اضافہ فرمائے گا۔ میں پروردگار عالم کے رسول کی حیثیت سے تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تمہاری موجودہ روش درست نہیں ہے۔ تم نے اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کو ایسے نام دے رکھے ہیں جن کے لئے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور تم محض اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید میں ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ تمہیں ان کے وقار کا تو بڑا پاس ہے لیکن اپنے خالق و مالک، اپنے پالنہار کا کوئی لحاظ نہیں جس نے تم کو کس طرح سے نوازا ہے۔ ذرا سوچو تو، میری قوم کے لوگو! یہ تمہارا کیا انداز ہے کہ ہر بلند مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو اپنی شان دکھانے کے لئے، گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے حالانکہ یہ دنیا کی زندگی محض عارضی اور اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ تم نے اس گزرگاہ کو منزل سمجھ کر یہیں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور تمہاری توجہ محض دنیا کی تعمیر و خوبی پر مرکوز ہے۔ اللہ سے بے خوف ہو کر تم اس کی مخلوق پر ظلم و جور روا رکھتے ہو اور ان پر تسلط جمانے کے لئے سخت گیری سے کام لیتے ہو۔ ڈرو اس ذات سے جس نے یہ سب کچھ تمہیں دیا ہے ایک دن اس کے حضور پیش ہونا ہے۔ مجھے تمہارے بارے میں اس ہولناک دن کے عذاب کا خطرہ ہے اس لئے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آجاؤ اور میری پیروی اختیار کر کے اس کی بندگی کا حق ادا کرو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، اللہ کا پیغام بلا کم و کاست تمہیں پہنچاتا ہوں اور تم سے اس کام پر کوئی اجر یا معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو سب کا پالنہار ہے۔

ہود علیہ السلام کی اس دردمندانہ اور خیرخواہانہ دعوت کے جواب میں قوم نے وہی انداز اختیار کیا جو ہر دور میں انسانیت نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے جواب میں کیا ہے۔ مثلاً یہ۔ ا۔ قوم کے سردار جنہوں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آخرت کی پیشگوئی کو جھٹلایا، جن کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں آسودگی عطا کی تھی انہوں نے ہود علیہ السلام کو کہا کہ ہم کو تو تم بیوقوف نظر آتے ہو۔ اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ قوم نے کہا کہ یہ شخص (ہود علیہ السلام

تھی جیسا ایک بشر ہے تمہاری ہی طرح کھاتا اور پیتا ہے۔ اس لیے اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت قبول کر لی تو سراسر گھاٹے میں رہو گے۔ ہمارے لئے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ یہیں ہم کو مرنا اور جینا ہے اور مرے بعد ہم ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ شخص اللہ کے نام پر جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم کبھی اس کے ماننے والے نہیں۔

۲۔ قوم نے کہا کہ اے ہود (علیہ السلام)! کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟

۳۔ انہوں نے کہا کہ اے ہود (علیہ السلام)! تم ہمارے پاس اپنے رسول ہونے کی کوئی واضح نشانی لے کر نہیں آئے۔ تم ہم ہی جیسے انسان ہو۔ اس لئے تمہارے کہنے پر نہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان ہی لانے والے ہیں بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ تم پر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے کیونکہ تم ان کو ہماری طرح مانتے نہیں اور اس طرح ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو۔

۴۔ قوم نے کہا کہ تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے یہ باتیں باپ دادا سے یونہی چلی آئی ہیں ہم ان کی وجہ سے کسی عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں۔ بلکہ ہم تو تجھے ان کو چھوڑ کر سزا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ تم عذاب سے ڈرا کر ہمیں اپنے معبودوں سے پھیر دینا چاہتے ہو۔ ہم پھرنے والے نہیں۔ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو لے آؤ اس عذاب کو جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔

ہود علیہ السلام نے قوم کی طرف سے اس طرح کے جواب پا کر کبھی محبت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اے برادرانِ قوم! میں کسی نادانی یا نا سمجھی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ اللہ کا رسول اور تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں، جس پر تم بھروسہ کر سکتے ہو۔ اور کبھی تنبیہہ کے انداز میں ان کو جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں اور برأت کا اعلان کرتا ہوں اس لئے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے ان معبودوں کی مجھ پر مار پڑ رہی ہے تو تم سب مل کر میرے خلاف جو تدبیر کرنا چاہو کر گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہر جاندار کی زندگی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ اگر تم اس دعوت سے منہ پھیرتے ہو تو شوق سے پھیر لو، مجھے جو پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا تھا، وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب اگر تم نے اپنے رویئے کو نہ بدلا تو میرا رب تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

کیونکہ وہ ہر چیز پر نگران ہے اور اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا ذرا خیال کرو! تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے سے تمہارے رب کی یاد دہانی آئی تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے۔ حالانکہ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے اور تم مجھ سے اپنے ان معبودوں کے ناموں کے بارے میں لڑ رہے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اللہ کے مقابلے میں یہ نام دیئے ہیں جبکہ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔ یہ تمہارے خود ساختہ نام ہیں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری ان نافرمانیوں کی وجہ سے تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے اس لئے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہ عذاب کب آئے گا۔ مجھ پر تو یہ دعوت پہنچانے کی ذمہ داری ہے جو میں پوری کر رہا ہوں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نادانی میں پھنس رہے ہو۔

جب قوم عاد نے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود ہٹ دھرمی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور ہود علیہ السلام کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا تو پھر انہوں نے اللہ تعالٰی سے دعا کی کہ پروردگار! میری مدد فرما قوم نے میری تکذیب کی ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ پھر ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو نجات دی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا ان کی جڑ کاٹ دی۔ وہ ایمان لانے والے نہیں تھے (الاعراف: ۷۲)

سورۃ الاحقاف میں اللہ فرماتا ہے کہ پھر جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا کہ بادل کی صورت میں ان کے میدانوں کی طرف آ رہا ہے تو خوشی سے کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم کو سیراب کرے گا۔ فرمایا نہیں! بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے، یعنی آندھی، جس میں دردناک عذاب بھرا ہوا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا۔ پھر وہ ایسے ہو گئے کہ وہاں پر ان کے رہنے کی جگہوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو وہ کچھ دیا تھا جو تم کو نہیں دیا ہے۔ ہم نے انہیں کان آنکھیں اور دل دیئے تھے مگر یہ سب ان کے کسی کام نہ آ سکے جبکہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے اس چیز کے پھیر میں آ گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے

(آیات ۲۴ - ۲۶)

باقی صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ فرمائیں

سلسلۂ سوالات و جواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب — طارق نسیم

سوال :۔ آپ نے احمد بن حنبل پر جس خط کے ذریعہ فتویٰ لگایا ہے، اس کا راوی مجہول ہے؟

جواب :۔ اس کے راوی جو ساڑھے گیارہ سو برس سے آج تک گزرے ہیں، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر، میاں نذیر، قاسم نانوتوی، شاہ ولی اللہ وغیرہ، یہ سارے کیا مجہول ہیں؟ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ یہ سارے کہتے ہیں کہ اُن کا یہی عقیدہ ہے، ہم نے ان سے حاصل کیا ہے اور یہی حق ہے۔ ایک راوی مجہول ہے وہ کون سا ہے، ذرا اس کا نام تو لو۔ اگر جاہل نے مجہول کو نکالو تب تو صحیح ہے، یہ سارے ان معنوں میں مجہول ہیں۔ ان سارے جاہلوں نے قرآن کے خلاف ان (احمد بن حنبل) کی حمایت کی ہے، حدیث کو جھٹلا دیا ہے۔

سوال :۔ آپ کے پاس کیا سند ہے کہ یہ بات احمد بن حنبل نے کہی ہے؟

جواب :۔ آپ کے پاس یا کسی کے پاس کیا سند ہے کہ میرے باپ کا نام وہ ہے جو میں لیتا ہوں۔ یہ ظن غالب ہی تو ہے۔ ساری دنیا یہی کہتی ہے۔ ایک شخص بھی نہیں ہے جس نے ساڑھے گیارہ سو برس میں یہ کہا ہو کہ امام احمد کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ کردہ اپنے عقیدہ میں سچے تھے۔ خالص شیعوں کا عقیدہ اُس نے لیا اور اپنی طاقت اور حیثیت کے ذریعے، جو امت کے اندر ہو گئی تھی، اس کو پھیلایا ہے۔ اس وقت سے میرا چیلنج آپ بھی سن لیجئے اور دوسروں سے بھی کہہ دیجئے کہ ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد جن کو تم آج عالم مانتے ہو، کسی عالم کی کوئی کتاب جس میں عقیدہ آیا ہے، اس شرک سے بری دکھا دو کہ مردہ زندہ نہیں ہے اور اعمال اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں پیش ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد آ کر مجھ سے کہو۔ ساڑھے گیارہ سو سال میں لاکھوں کروڑوں گزرے ہیں، ہر ایک نے یہی کہا ہے کہ امام احمد کا یہ عقیدہ ہے، ہم مانتے ہیں اور کسی سند پہنچے؟ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے آنے والی روایت کے سلسلے میں بھی دو قسم کی آراء آپ کو مل جائیں گی لیکن احمد بن حنبل کے عقیدے کے سلسلے میں تمہارے اپنے جو معتبر ہیں، ایک ایک زمانے میں لاکھوں گزرے ہیں، ہر ایک نے یہی کہا ہے کہ احمد بن حنبل کا یہی عقیدہ ہے، سب کا اس پر اتفاق ہے۔ تو بتاؤ کیا یہ عقیدہ میں نے دیا ہے؟ کہاں سے لائے ہو قرآن و حدیث کے خلاف یہ عقیدہ؟

سوال :۔ ڈاکٹر صاحب! قبروں کی زیارت اور وہاں جا کر جو یہ کہا جاتا ہے کہ "السلام علیکم یا اھل القبور" اس کے بارے میں وضاحت فرمائیے۔

جواب :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ کہ پہلے میں نے اس خیال سے کہ ابھی پوری طرح سے بات صاف نہیں ہوئی ہے اور قبروں کی وجہ سے بہت شرک پھیلا ہے، تمہیں قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا۔ اب بات صاف ہو گئی ہے تو اب تم قبرستان میں جا سکتے ہو، اللہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے، اس لئے کہ قبرستان میں جانے کے بعد موت اور آخرت یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ جب مومنوں کے قبرستان میں جاؤ گے تو وہاں اپنی موت یاد کرو گے اور اپنے لئے دعا کرو گے وہاں وفات شدہ مومنین کا حق ہے کہ ان کے لئے بھی دعا کرو۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ جو مومن ہیں ان کا حال

یہ ہے کہ جب کبھی موت کا ذکر آجائے تو اپنے لئے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے اور بعد کو آنے والے مومنین کے لئے دعا کرتے ہیں ایمان کی وجہ سے۔ جیسا کہ سورۃ الحشر میں فرمایا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ (الحشر: ۱۰) (اے ہمارے رب! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور ہمارے دل میں مومنوں کے لئے کینہ (و حسد) پیدا نہ ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبرستان میں جا کر جب تمہیں موت یاد آئے تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں اپنے گزرے ہوئے مومن بھائی بھی یاد آجائیں اور یہ کہ تم بھی ان کے پاس پہنچنے والے ہو۔ اس لئے ان کے لئے بھی دعا کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ (اے قبروں کے باسیو! تم پر سلامتی ہو، اللہ ہمیں بھی معاف فرمائے اور تمہیں بھی۔ تم ہم سے پہلے جا چکے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں)[لہ] اب یہاں اس سے مراد خطاب کر کے مُردوں کو سنانا نہیں (جیسا کہ لوگوں نے نکالا ہے) کیونکہ اللہ کی کتاب سماع موتیٰ کی تردید کرتی ہے۔ تو السلام علیکم یا اہل القبور کے معنی مُردوں کو آواز دے کر ان کو سنانا یا سلام پہنچانا نہیں بلکہ یہ دعا ہے ان کے لئے، اللہ کے پاس۔ ہر زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ بسا اوقات دعا میں غائب کو حاضر بنا لیتے ہیں، جیسے کسی کا باپ وفات پا چکا ہے، اس کی نیک تربیت بیٹے کے کام آئی، اس کو فائدہ ہوا تو یاد کر کے کہتا ہے اے میرے باپ! اللہ تم پر رحمت فرمائے کیسی اچھی تعلیم دے گئے تھے کہ آج وہ میرے کام آئی ہے، حالانکہ باپ وہاں موجود نہیں ہوتا۔ اسی طرح نماز کے دوران تشہد میں کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلامتی ہو) حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہر جگہ موجود ہوتے تھے اور نہ اب موجود ہوتے ہیں۔ یہ ان کے لئے دعا ہے۔

چنانچہ اس سے مراد اگر سماع ہوتا کہ یہ سب سنتے ہیں تو پھر یہ ہوتا کہ جہاں دو چار قبریں ہوں وہاں اسی انداز سے کہو اور اگر سیکڑوں قبریں دور دراز پھیلی ہوئی ہوں تو پھر لاؤڈ اسپیکر سے یا آواز بلند کہنا پڑتا۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔ تو اس سے لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس سے ان کے عقیدے کو تقویت ملتی ہے۔

آج پوری امّت کا "اکثریت" کا یہ عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے یہ چیزیں لاتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کی اصل باتوں کو چھوڑ کر، انہوں نے ان باتوں کو، جو تنکے کے سہارے ہیں، ان کو انہوں نے سہارا بنایا ہے اور اس طرح آج قبر پرستی کی جو بنیاد ہے وہ ہر جگہ قائم ہے کہ یہی مردہ زندہ ہے، روح پلٹ آتی ہے کوئی جائے اس کی زیارت کو اور سلام کہے تو یہ سلام سنتا ہے، خوش ہوتا ہے، جواب دیتا ہے۔ یہ کس کا عقیدہ ہے، بتاؤں میں آپ کو؟ امام احمد کا یہ عقیدہ ہے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن کثیر کا یہ عقیدہ ہے اور جتنے بڑے بڑے گزرے ہیں، آپ کے بھوپال کے نواب صدیق الحسن کا یہ عقیدہ ہے۔ بتایئے میں کیا کروں!!

سوال: نماز کے بعد جو اجتماعی دعا ہوتی ہے اس میں اکثر مسجدوں کے امام اور وہاں کے لوگ اس طرح دعا مانگتے ہیں کہ "اے اللہ! اپنے نبی کے صدقے ہماری دعاؤں کو قبول فرما" اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بتایئے! اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا! اللہ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا کہ اگر تمہیں کوئی دعا مانگنا ہے، میری رحمت کو جوش میں لانا ہے تو میرے بہترین نام ہیں، ان میں ذاتی نام میرا اللہ ہے۔ صفات کے لحاظ سے میں رحمٰن ہوں، رحیم ہوں، میں وہاب ہوں۔ میرے نام کے ذریعے مجھے پکارو گے تو اس کا اثر ہوگا، میری رحمت متوجہ ہوگی، میرا وقار تمہارے دلوں میں جڑ پکڑے گا اور میری خوشنودی تم کو حاصل ہوگی، اس لئے ہے، میرے ان ناموں کے ذریعے پکارو۔ اور فرمایا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (الاعراف: ۱۸۰) کہ ان ظالموں سے اپنا پیچھا چھڑاؤ جو میرے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، کجی اختیار کرتے ہیں۔ میری بجائے مجھ سے بڑا کسی کو سمجھتے ہیں، ذات و صفات میں۔ ایسا کرنا صرف شرک ہی نہیں بلکہ بدترین توہین ہے اللہ تعالیٰ کی۔ مالک فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے عنقریب اپنے کئے کی سزا پا کر رہیں گے۔

اب اللہ کے فرمان کے مطابق اس کی رحمت کو متوجہ کرنے والے انداز پر یقین نہیں کرتے بلکہ اس کے بندے کو لاتے ہیں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو، علی رضی اللہ عنہ کو یا کسی اور کو کہ ان کا اثر زیادہ ہے تو یہ اللہ کو جھٹلاتے ہی نہیں، اس کے ساتھ شریک ہی نہیں ٹھہراتے بلکہ اللہ کی توہین بھی کرتے ہیں یہ لوگ اور آج ہر طرف یہی معاملہ

[لہ] ترمذی کی اس روایت کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی اسی طرح کی ایک سے زائد روایتیں آئی ہیں

ہے۔ بتایئے! کیا جاتا تھا ان کا، اگر یہ اللہ تعالےٰ سے اسی کی اپنی
رحمت کے صدقے میں مانگتے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہی کہتے
تھے۔ تو یہ مسئلہ ہے؟ اسی طرح واضح کیا ہے انہوں نے ایمان کو؟ دیکھئے
میں کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ لیکن
محبت میں غلو کر کے اللہ کے حق پر دست درازی کی جاتی ہے۔

سوال: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مانگتے تو اللہ ہی سے ہیں مگر
نیک لوگ ہماری دعاؤں کا سہارا بنتے ہیں وہ ہماری دعاؤں کو اللہ تک
پہنچاتے اور ان کو قبول کروا دیتے ہیں۔

جواب: یہی عقیدہ تو پروردگار فرماتا ہے کہ ابوجہل اور سارے
مشرکین عرب کا تھا۔ قرآن بیان کرتا ہے۔ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ
اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ
هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ط (یونس پ ۱۱، ۱۸)
کہ یہ ظالم اللہ کے علاوہ دوسروں کی بندگی کرتے تھے ان کی پکاریں
لگاتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ ان کو
کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع ہی دے سکتے ہیں چنانچہ
اگر کوئی ٹوکے کہ اللہ کو چھوڑ کر کس کی عبادت میں لگے ہوئے ہو تو فوراً کہتے
ہیں کہ نہیں، ہم ان کو اللہ تو نہیں مانتے لیکن هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا
عِندَ اللَّهِ "ان کا بڑا اثر ہے" بہت پیارے ہیں یہ اللہ کے"
محبوب ہیں، بھائی یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ مالک فرماتا
ہے۔ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ
وَلَا فِي الْأَرْضِ ط میں نے آسمان بنائے، زمین بنائی اور میں ہر چیز
کا جاننے والا ہوں، اب تم نے مجھے کمزور اور معذور سمجھ کر میرے لیے
ایجنٹ اور شریک کار بنا لئے ہیں جن سے میں بھی بے خبر ہوں اور تم
مجھے بتاتے ہو کہ ان کے بغیر تمہاری بات مجھ تک نہیں پہنچ سکتی۔
فرمایا سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ کہ میں تمہارے
اس شرک سے پاک ہوں۔ اسی طرح سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ اُس
دور کے مشرکوں کا حال بیان کرتا ہے وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن
دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا
إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں
کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے جب ان کو اس ظلم کی طرف توجہ دلائی جاتی
ہے تو وہ اس کی یہی توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف
اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ تو ہمیشہ سے
یہی ہوتا آیا ہے اور آج بھی یہی ہو رہا ہے کہ اللہ کو براہ راست
نہیں بلکہ اس کی کسی مخلوق کے واسطے اور وسیلے سے پکارو۔ یہ
نہیں سوچا کہ اللہ کو اس کی رحمت کا واسطہ دے کر پکارا جائے کہ پروردگار!
تو خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے اپنی رحمت سے نواز دے۔ اس
کے بجائے اللہ کے کسی بندے کو لایا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور ان کے واسطے سے دعائیں
مانگی جاتی ہیں۔ بتایئے! کس قدر ظلم ہے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر کہ جنہوں نے زندگی بھر شرک کے خلاف جنگ کی ہے
انہی کو اس طرح اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔

اب اگر آج کے کلمہ گو، نمازیں پڑھنے والے امام اور مقتدی
بھی وہی کچھ کہتے اور کرتے ہیں جو قرآن کے بیان کے مطابق چودہ
سو برس پہلے مشرکین عرب کہتے تھے تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کیجئے
کہ اسکو کیا کہا جائے۔ اللہ نے تو فرما دیا کہ میں پاک ہوں تمہارے
اس شرک سے۔

سوال: ڈاکٹر صاحب! یہ حج بدل کا کیا معاملہ ہے؟

جواب: ایک شخص ہے، صاحب استطاعت ہے، اس پر حج
فرض ہے لیکن بوڑھا ہو گیا ہے یا مسلسل بیماری اور کمزوری کی وجہ سے
اس کے لئے اس کا موقع نہیں ہے کہ حج کے لئے جا سکے۔ وہ اپنی زندگی
میں یا مرتے وقت کہے کہ میرا ارادہ تھا لیکن اس وجہ سے نہیں جا
پایا اس لئے میرے پیسے سے جو ایک تہائی میں اپنی وراثت سے دے
سکتا ہوں، میری طرف سے حج کرا دیا جائے تب اس طرح یہ ایک چیز
ہے جو حدیث سے ثابت ہے اس کی اجازت ہے باقی مرنے کے
بعد جس طرح آج لوگ بغیر کسی وصیت کے کرتے ہیں، اس کا کوئی جواز
نہیں۔

سوال: اسی طرح یہ صدقہ اور قرآن خوانی جو مرنے کے بعد کرتے
ہیں یہ بھی نہیں ہو سکتی۔

جواب: جی ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بھی یہ کام
کر سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اچھی چیز ہے اس
میں کیا مضائقہ ہے! تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ
کو اس کی خبر نہیں تھی یا ان کے علم میں کمی تھی اور ہم نے یہ طریقہ نکالا ہے؟
یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اس کی پہنائیوں کو نہیں سمجھے۔

سوال: بدعت حسنہ بھی تو ہے۔

جواب: بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے۔ رمضان میں تراویح
کی باجماعت نماز سے لگاتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے حالانکہ
اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں رمضان کے اندر جماعت سے
تراویح پڑھائی۔ اس کے بعد چوتھی رات کو صحابہؓ اتنی تعداد میں آئے

کہ مسجد بھر گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔

اب صحابہؓ میں سے کچھ لوگ کھانسے کھنگارے اور کچھ نے نماز نماز (الصلوٰۃ) پکارا تاکہ اگر آپ سوئے ہوں تو جاگ جائیں مگر آپ پھر بھی تشریف نہ لائے۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے نکلے اور نماز کے بعد صحابہؓ سے مخاطب ہوئے کہ آج رات تمہارا حال کچھ مجھ پر مخفی نہ تھا۔ تمہارے اس اشتیاق کو بھی میں نے دیکھا۔ لیکن اس خوف سے کہ میں بحیثیت پیغمبر زندہ ہوں وحی آ رہی ہے، اس سے پہلے بنی اسرائیل نے ایسی سختی کی ہے کہ اللہ نے جو چیزیں فرض نہیں کی تھیں انہوں نے زبردستی کر کے فرض کروائی ہیں اور پھر نہیں کر پائے تو مارے گئے۔ "تم ایک بات میں جو اللہ نے فرض نہیں کی ہے اس طرح سے اپنے شوق کی انتہا دکھا رہے ہو تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر یہ نماز فرض کر دی جائے پھر نہ کر پاؤ اور اللہ کے عذاب میں پھنس جاؤ، اس خدشے کی وجہ سے میں نہیں آیا۔ اس لئے تم اس نماز کو اور دوسری نفل نمازوں کو اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو کیونکہ نوافل میں وہی نماز سب سے اچھی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ بجز فرض نمازوں کے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں (متفق علیہ)

اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر عمل ہوتا رہا۔ عمرؓ کے شروع کے زمانہ میں بھی یہی ہوتا رہا۔ پھر ایک رات عمرؓ مسجد نبوی میں آئے اور دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں تو کہیں تھوڑے سے لوگ کھڑے ہیں جو جماعت سے پڑھ رہے ہیں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ میں ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دوں۔ وہ خیال کر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے آپؐ نے تین دن تک باجماعت پڑھائی ہیں۔ اب آپؐ کی وفات کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اس لئے ان کے فرض ہو جانے کا خطرہ بھی موجود نہیں رہا چنانچہ انہوں نے ابی بن کعبؓ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا تاکہ ایک جماعت ہو۔ پھر دوسری رات کو جب آتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو عبدالرحمٰن بن القاری جو ان کے ساتھ تھے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر کہا: "نعمت البدعة هذه" (یہ اچھی بدعت ہے) یعنی ایک کام جو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) کافی عرصے سے نہیں ہو رہا تھا اس کو جاری کر کے میں نے کتنی اچھی نئی بات کر لی ہے کہ اب مسجد نبوی میں ایک بار پھر ایک ہی جماعت ہو رہی ہے تراویح کے لئے جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین راتیں ایک جماعت کرائی تھی لیکن اس طرح خطرے سے کہ کہیں یہ فرض ہو جائے بند کر دی تھی اور وہ خطرہ اب باقی نہیں رہا۔ لیکن خود نہیں شریک ہوئے تھے اور نہ بہت سے صحابہؓ جماعت میں شریک ہوتے تھے وہ تہجد کے وقت پڑھتے تھے تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی کا اجراء تھا۔

سوال: علیین اور سجین کے بارے میں وضاحت فرمایئے۔

جواب: یہ تو قرآن میں واضح طور پر آ گیا ہے۔ كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِىْ سِجِّيْنٍ ؕ (التطفیف: ۷) کہ سن رکھو نافرمانو! تمہارا یہ خیال کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں تمہاری بازپرس نہ ہوگی (یا دنیا میں تم پھر پلٹ کر آؤ گے) ہرگز درست نہیں ہے۔ ہم نے سب کے اعمال نامے محفوظ کر رکھے ہیں تاکہ وفاشعاروں کو اس دن بھرپور اجر ملے اور نافرمانوں کے لئے اپنے اعمال سے انکار کی گنجائش نہ رہے فرمایا كَلَّآ۔ تمہارا یہ خیال کہ تم یونہی چھوٹ جاؤ گے اس خیال خام سے باز آ جاؤ۔ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِىْ سِجِّيْنٍ جو فسق و فجور والے ہیں ان کے اعمال ناموں کو لکھا کہ ہم نے سجین میں رکھ دیا ہے۔ جو محفوظ جگہ ہے دفتر ہے ان کا۔ یہی علیین کے لئے کہا ہے کہ وہ نیکوکاروں کے اعمال کا دفتر ہے۔

اب یہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ خراب ہو گیا ہے یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہاں روحیں رہتی ہیں۔ علیین میں نیک لوگوں کی روحیں اور سجین میں برے لوگوں کی روحیں۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ یہ اعمال ناموں کے دفتر ہیں اور ان کے اندر فرشتے نگران ہوتے ہیں۔ اس طرح قرآن کے خلاف ان کا معاملہ ہے اور اسی پر بس نہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ باطل عقیدہ بھی ہے کہ روحیں قیامت سے پہلے واپس جسموں میں آ جاتی ہیں۔ بتایئے! اب واپس آ گئیں تو پھر روحیں کہاں بچیں جو علیین اور سجین میں رہیں گی۔ ایسے دروغ گو جو ہوتے ہیں ان کا حافظہ بھی نہیں ہوتا۔

ضروری وضاحت

حبل اللہ مجلہ نمبر۱ میں سوال و جواب کے عنوان سے صفحہ کالم نمبر۲ کے آخر میں جواب کے تحت درج عبارت "وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ اعتراض ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہیں مانتا....." طاہر صاحب نجیبی کے بارے میں ہے۔

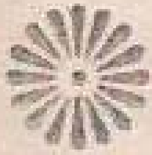
اسلامی بت ساز

مسجدیں ویران ہیں آباد میخانے ہوئے
یہ بزرگان طریقت صوفیان پاکباز
کنجیاں رکھتے ھیں اپنے ہاتھ میں جنت کی ؟
حکم پر قرآن و سنت کے عمل کرتے نہیں
شرک و بدعت کے فسانے خانقاہوں میں مدام
کیا تعجب ہے یہی حالت رہی گر قوم کی

عشق و مستی کے بھنور میں غرق ہے سارا وطن
سی رہے ہیں روز ناموس شریعت کا کفن
زیر دامن ان کے ھیں فردوس کے سرو سمن
ان کی ملت ان کا مذہب ہے رسومات کہن
اور مجالس میں غرض کی بت نوازی کا چلن
بت گری کرنے لگے اک روز دست بت شکن



بزم ابراہیم کی زینت بتان آذری!
خوب ہے وحدت پرستوں کا شعار کافری



یہ محرم کے تماشے اور جشن شب برات
نت نئی بدعت پرستی امت مرحوم کی
یہ مزارت مقدس یہ بزرگوں کے نشاں
زمزمے قوالیوں کے اور ڈھولک کا یہ شور
رو گئے قبروں کے پتھر سجدہ ریزی کیلئے
مانگی جاتی ھیں مزاروں سے مرادیں رات دن
بت پرستی گر کرے کوئی تو کافر بن گیا
مورتوں کے سامنے غیروں کا جھکنا کافری
مقبروں میں ہے پرستش روز غیر اللہ کی
خوب ہے یہ اہل دین کی پیروی آذری

گیارہویں کی مجلسیں یہ مقبروں پر ازدحام
تو بتو عرسوں کا میلوں کا یہ تزک و احتشام
جانتی ہے جن کو دنیا ایک پاکیزہ مقام
لوگ جن پر ناچتے ہیں مست ہو ہو کر مدام
ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام
بن چکی ھیں قبلہ حاجات قبریں لاکلام
پوجنا قبروں کا مسلم کے لئے ہے نیک کام
اور مسلمانوں کے سجدے سجدہ ہائے احترام
خانقاہوں میں چھلکتے ھیں مئے بدعت کے جام
خوب ہے اولاد ابراہیم کا دینی نظام

دین کی تعلیم جنس خام ہو کر رہ گئی
حق پرستی کفر کا پیغام ہو کر رہ گئی

ایمان کا فقدان کل بھی اور آج بھی

تسنیم شاہد
(اسلام آباد)

کل کے کافر و مشرک	آج کے نام نہاد مسلمان
جو ذاتِ الٰہی کے قائل تھے اور اُسے کائنات کا خالق، مالک اور رازق تسلیم کرتے تھے۔	جو ذاتِ الٰہی کی وحدانیت کے قائل اور اُسے کائنات کا خالق، مالک اور ربّ ماننے کے دعویدار ہیں
وہ انبیاءؑ اور نیک لوگوں کو اللہ کے ہاں اپنا سفارشی تسلیم کرتے تھے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ط (الزمر: ۳)	یہ بھی اللہ کے پاس انبیاءؑ اور اولیاءؒ کو اپنا سفارشی مانتے ہیں بلکہ اس طرح کہ: "اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی ٹالتا نہیں"
وہ خالقِ کائنات کی الوہیت کا اقرار کرنے کے بعد تین سو ساٹھ کھوٹے معبودوں (اپنے ہاتھ کے تراشیدہ بتوں) کے سامنے جھکا کرتے تھے۔	یہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ پڑھنے والے لاتعداد پڑے بتوں (قبروں اور مزارات) کی بندگی کرنے والے ان سے امیدیں رکھنے اور خوف کھانے والے ہیں۔
وہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ہم ملتِ ابراہیمیؑ کے پیروکار ہیں لیکن ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا تھا۔	یہ نبی آخر الزماں کے اُمتی اور عاشقِ رسولؐ ہونے کے دعویدار ہیں لیکن ان کو ہر وہ کام محبوب ہے جس سے نبیؐ نے منع فرمایا ہو، چاہے وہ شکل و صورت کا معاملہ ہو یا اذان و صلوٰۃ اور ایمان و عقیدے کا۔
وہ نبوت کے قائل تھے لیکن اپنی طرح کے کھانے اور پینے والے اور بازاروں میں گھومنے والے بشر کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے	یہ نبوت کے قائل ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ الا ما شاء اللہ
وہ مشکل وقت میں صرف اللہ کو پکارتے تھے۔ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ (العنکبوت ۶۵)	یہ قوم مشکل وقت میں بھی یا غوث الاعظم دستگیرؒ، یا علی مشکل کشا، یا رسولؐ مدد، بہاول الحق بیڑا دھک کی دہائیاں دیتی ہے (الا ما شاء اللہ مگر وہ بھی انبیاءؑ اور نیک لوگوں کے واسطے سے پکارنے کے قائل ہیں)
وہ اولاد اور اپنی دیگر حاجات بتوں سے مانگا کرتے تھے۔	یہ قبروں اور مزارات پر جا کے اولادیں اور دوسری مرادیں مانگتے ہیں۔
وہ بتوں اور استھانوں پر نذر چڑھایا کرتے تھے اور فصل میں اپنے بتوں کا حصہ لگایا کرتے تھے۔ ان کے نام کی نیاز دیتے تھے۔	یہ قبروں اور باباؤں کی بیٹھکوں پر چادریں چڑھاتے، مٹھائیاں اور چاول تقسیم کرتے اور جانور ذبح کرتے ہیں اور ہر سال اپنے حضرات کا عرس مناتے ہیں۔
بدکلامی اور فحش گوئی ان کا ادب تھا۔ عصبیت ان کی رگ رگ میں رچی بسی تھی وہ اپنے علاوہ دوسروں کو کمتر سمجھتے تھے۔	گالم گلوچ، بدکلامی اور فحش گوئی ان کا وطیرہ اور انداز بے تکلفانہ ہے۔ ایمان اور اسلام کے دعویدار ہونے کے باوجود ان میں ہزار عصبیتیں ہیں۔

آپ کسی اجتماعیت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں؟

اگر آپ ایک اجتماعیت میں اہم اور ذمہ دار شخصیت ہیں تو مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بڑی آسانی سے اسکا تیا پانچہ کر سکتے ہیں

- ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں افضل و برتر سمجھئے۔ لوگوں کے ساتھ سلام میں کبھی پہل نہ کیجئے بلکہ اگر کوئی ساتھی سلام کرے تو مختصر جواب دیجئے۔
- کام کرنے سے ہمیشہ گریز کیجئے۔ اگر آپ پر کوئی ذمہ داری ڈالی جائے تو خوش اسلوبی سے راہ فرار اختیار کیجئے۔ ساتھی کارکنوں سے البتہ خوب کام لیجئے اور اگر کوئی ذرا بھی لیت ولعل کرے تو اس کو برا بھلا کہنے سے ہرگز نہ چوکئے۔
- ساتھیوں کے کام میں ہمیشہ کیڑے نکالئے۔ اچھے سے اچھے کام کی بھی کبھی بھول کر تعریف نہ کیجئے بلکہ ان کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی بھی پکڑ کیجئے۔
- ساتھیوں کی دل شکنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ کوشش کیجئے کہ تمام لوگوں کے سامنے انکی غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندھی کرکے ان کو نشانہ تضحیک بنایا جاسکے۔
- ساتھیوں کے ساتھ کبھی نرمی سے نہ پیش آیئے۔ بلکہ ہمیشہ سخت سست کہتے، مناسب وقفوں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور گوشمالی کرنا اپنا وطیرہ بنائے رکھئے۔
- غریب اور نادار ساتھیوں پر "نظر عنایت" کچھ زیادہ ہی رکھئے۔ ان سے کبھی سیدھے منہ بات نہ کیجئے۔
- نئے آنے والوں اور تحریک/دعوت سے متعارف ہونے والوں کے ساتھ خاص طور پر سخت رویہ اپنایئے تاکہ وہ ہمیشہ آپ سے مرعوب رہیں۔ ان کے ساتھ ترش روئی سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔
- اپنی علمیت اور برائی ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ مختلف طریقوں سے لوگوں کے قلوب واذہان میں اپنی علمیت کا تاثر اجاگر کرتے رہئے۔ دوسری طرف عام ساتھیوں کے دلوں میں دوسرے ذمہ دار اشخاص کے بارے میں شکوک شبہات پیدا کرکے ان کو بدظن کیجئے۔
- تقاریر میں غیر معمولی جذباتیت کا مظاہرہ کیجئے اور مخالفین کو تحریک سے متنفر کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہئے۔
- قرآن وحدیث کو لوگوں کے تزکیہ نفس کا ذریعہ بنانے کے بجائے لچھے دار تقاریر اور مناظرانہ رنگ آمیزی کیلئے استعمال کیجئے۔

اِن نہایت ہی سادہ اور زرّیں اصولوں پر عمل کرکے دیکھئے۔ "انشاءاللہ" آپ کم سے کم وقت میں کسی بھی منظم تحریک کے تاروپود نہایت آسانی سے بکھیر کر رکھ دیں گے!

اور

اگر آپ اپنی اجتماعیت کے ساتھ مخلص ہیں اور اس کو روز بروز ترقی کرتے اور منظم ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں تو للہ اِن اصولوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دیجیے۔

مراسلہ :- خالد بن محمد